ناگ لاہور میں
PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید
ماریا
عنبر
72

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- پُور با ڈاکو کی خونخوار شکل
- خلائی لڑکی اندھے کنوئیں میں
- انگوٹھی ــــ مچھلی کے پیٹ میں
- خطرناک منصوبہ
- چنگیز خان لاہور میں
- ویران مندر پُراسرار سایہ

سیڈ فارم روڈ

عنبر نے سانپ کو اپنی طرف غور سے تکتے پایا تو سمجھ گیا کہ کوئی خاص بات ہے۔ اس نے فرنگی سیاح کو اٹھانے کی کوشش کی مگر جادو کے اثر سے امجد میں ایسا خطرناک زہر پیدا ہو گیا تھا کہ سیاح کا جسم نیلا پڑ گیا اور پھر بند بند الگ ہو کر پانی بن کر بہنے لگا۔ سیاہ فام عورت بھی زمین پر گر پڑی تھی اور اس کے نتھنوں سے نکلنے والی پھنکاریں مدھم ہو رہی تھیں۔ عنبر نے جھک کر اسے دیکھا۔ اس کی سرخ انگارہ آنکھوں سے نکلتی سُرخ شعاعیں آہستہ آہستہ بجھ رہی تھیں۔ پھر اس کے ہونٹوں سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ مر گئی۔ عنبر نے سانپ کی طرف دیکھا۔ سانپ یعنی امجد ابھی تک پھن اٹھائے عنبر کو تکے جا رہا تھا۔

عنبر کو اس پر شک سا ہونے لگا کہ ہو نہ ہو یہی امجد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ عنبر نے سانپ کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور کنوئیں میں سے باہر نکل آیا۔ رات اسی طرح تاریک اور خاموش تھی۔ اس نے بدنصیب سیاح کی سیڑھی کو وہیں رہنے دیا تاکہ جب لوگ وہاں آئیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ لالچی سیاح خزانے کی تلاش میں نیچے گیا تھا اور سانپ کے ڈسنے سے مر گیا۔ کیوں کہ خزانے کی تلاش میں نکلے ہوئے لالچی انسانوں کا اکثر یہی انجام ہوا کرتا ہے۔

عنبر سانپ کو لے کر موہنجو داڑو کے کھنڈروں سے نکل کر اپنے ہوٹل میں آ گیا۔ کمرے میں آ کر اس نے سانپ کو ایک تھیلے میں بند کر دیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ دن نکلا تو وہ واپس لاہور کی طرف چل پڑا۔ لاہور پہنچا تو رات کے دس بج رہے تھے۔ عنبر سٹیشن سے نکل کر سیدھا عجائب گھر آ گیا۔ وہ سانپ کے سلسلے میں دیوتا بت کی مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ عجائب گھر بند تھا۔ عنبر عجائب گھر کی دیوار سے ہو کر اس کی چھت پر آ گیا اور روشن دان میں سے الماریوں پر پاؤں رکھ کر اندر ہال کمرے میں اتر گیا۔

ہال کمرے میں خاموشی اور ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

وہ سیدھا دیوتا بت کے پاس آ گیا اور جیب سے سانپ نکال کر کہنے لگا۔

"دوست! کیا اس سانپ کو تم پہچانتے ہو؟"

دیوتا بت نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ عنبر کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ کو غور سے دیکھا اور پھر مسکرا کر کہا:

"عنبر! تمہارے ہاتھ میں اعجاز ہے۔"

یہ سنتے ہی عنبر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی کہنے لگا

"مجھے پہلے ہی شک تھا۔ مگر یہ دوبدا انسانی شکل میں کیسے آ سکتا ہے۔"

دیوتا بت نے کہا:

"اسے زمین پر چھوڑ دو اور پھر ایک طرف کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو۔"

عنبر نے سانپ کو فرش پر چھوڑ دیا۔ سانپ کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھن اٹھا رکھا تھا۔ دیوتا بت نے آنکھیں بند کر لیں پھر اچانک اس کی گردن سے لپٹے ہوئے پتھر کے سانپ میں جان پڑ گئی۔ وہ بت کے سینے پر سے رینگتا ہوا زمین پر اتر آیا اور کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے سانپ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اردگرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ پورے بارہ چکر لگانے کے بعد اس نے کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے سانپ کے سر پر ڈس دیا۔ سانپ کا ڈسنا تھا کہ کنڈلی والا سانپ تڑپ کر اچھلا اور زمین پر سیدھا لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا جسم انسانی جسم میں تبدیل ہونے لگا اور پھر عنبر کی آنکھوں کے سامنے امجد پتلون اور بش شرٹ میں فرش پر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔

عنبر نے اسے آہستہ سے ہلا کر کہا:

"امجد! امجد بیٹا!"

امجد نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر کہا:

"انکل! میں کہاں ہوں؟ میں خواب دیکھ رہا تھا۔ کیسا عجیب خواب تھا۔ جیسے میں سانپ بن گیا ہوں اور سیر کرتا پھر رہا ہوں۔"

دوسرا سانپ واپس دیوتا بت کی گردن میں لٹک کر پتھر بن چکا تھا۔ عنبر نے امجد کو اٹھا کر اس کے شانوں کو دبایا اور کہا:

"امجد! تم نے خواب نہیں دیکھا بلکہ تم سچ مچ سانپ بن گئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ دوبارہ

انسانی شکل میں واپس آ گئے۔"

دیوتا کا بت خاموش تھا مگر عنبر نے محسوس کیا کہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

امجد نے پوچھا:

"میں یہاں عجائب گھر میں کیسے آ گیا؟"

عنبر نے اسے سارے واقعات مختصر کر کے سنائے تو امجد نے سر تھام لیا۔

"ہاں اب مجھے یاد آ گیا۔ میں نے قبرستان میں ایک مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کی تھی اور خدائی قانون میں دخل دیا تھا جس کی مجھے سزا ملی۔ خدا مجھے معاف کرے۔ آئندہ میں ایسی حرکت کبھی نہیں کروں گا۔"

"آؤ اب چلیں۔ تمہارے امی ابو تمہارے بغیر بے حد پریشان ہیں۔"

"جلدی گھر چلیں انکل! میں خود انہیں ملنے کو بے تاب ہوں۔"

عنبر روشن دان میں سے ہی امجد کو لے کر عجائب گھر سے باہر آ گیا۔ چوک ٹولنٹن مارکیٹ میں انہوں نے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکشا لیا اور سیدھا گارڈن ٹاؤن امجد کی کوٹھی پر آ گئے۔ امجد کو دیکھتے ہی اس کی امی، بہن اور ابو خوشی سے اس کے ساتھ لپٹ گئے۔ ان سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو تھے۔

تم کہاں چلے گئے تھے بیٹا۔ امی نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

امجد نے کہا!

امی جان مجھے معاف کر دیں۔ میرا ایک دوست مجھے سیر کرانے موہنجو داڑو لے گیا تھا۔ اب میں آپ کی اجازت کے بغیر کبھی کہیں نہیں جاؤں گا۔

اس کی بہن نے امجد کے لیے اسی وقت پراٹھے بنائے پھر چائے تیار کی گئی اور سب نے مل کر پی۔ امجد کے ابو نے تمام رشتہ داروں اور پولیس والوں کو اطلاع کر دی کہ اللہ کے فضل سے امجد واپس گھر آ گیا ہے وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ موہنجو داڑو کی سیر کو چلا گیا تھا اور جلدی میں گھر اطلاع نہ کر سکا۔ اس گھر کی خوشیاں ایک بار پھر واپس لایا ہے جہاں وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ کھنڈروں کی سیر کرنے گیا ہوا تھا۔

عنبر کو اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ امجد پھر سے

انسانی شکل میں واپس آ گیا ہے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا ہے۔ اب عنبر ناگ اور ماریا کی تلاش کے لیے واپس جانا چاہتا تھا لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ یہ بات اس کے اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس کے پاس سرخ نگینے کی جو جادوئی انگوٹھی تھی وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتی پہنچاتی تھی۔ اس لیے عنبر انگوٹھی سے کوئی مدد نہیں لے سکتا تھا۔ عنبر کو اب اس وقت کا انتظار تھا جب کسی اتفاق سے وہ ۱۹۸۳ء کے زمانے سے نکل کر ہزار دو ہزار سال پرانے زمانے میں ناگ اور ماریا کے پاس پہنچ جائے عنبر کا خیال تھا کہ وہ یہ وقت مقبرہ جہانگیر میں جا کر گزارے گا مگر امجد اور اس کے والدنے اسے مجبور کر دیا کہ وہ انہی کے پاس گارڈن ٹاؤن والے مکان میں رہے۔ چنانچہ عنبر نے وہیں ایک کمرے میں ڈیرا لگا لیا۔

اب ذرا ناگ ماریا اور خلائی لڑکی کیٹی کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ جیسا کہ آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ ناگ اور خلائی لڑکی کیٹی نے مل کر ماریا کو ڈھائی ہزار سال پہلے کے بابل شہر کے جادوگر پروہت کالام کی قید سے رہائی دلائی تھی اور راتوں رات گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ بابل شہر سے نکل کر کسی دوسرے ملک کی طرف نکل گئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد ان کے ساتھ کیا گذرا؟

ناگ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ ماریا چونکہ نظر نہیں آتی تھی اس لیے وہ خلائی لڑکی کیٹی کے ساتھ اس کے گھوڑے پر سوار تھی۔ دونوں ساری رات گھوڑے دوڑاتے ٹیلوں اور میدانوں سے گذرتے چلے گئے۔ وہ کلام جادوگر کی پہنچ سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے۔ صبح ہوئی تو وہ ایک دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ دریا پر ایک پل بنا ہوا تھا دوسرے کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے اوپر انہیں ایک محل بنا ہوا دکھائی دیا۔

ناگ نے کہا:

"اس ویرانے میں یہ اکیلا محل کس کا ہو سکتا ہے؟"

ماریا بولی:

"پرانے زمانے کے بادشاہ ویرانوں میں محل بنوا لیا کرتے تھے کہ اگر کبھی شکار کھیلتے ہوئے ادھر سے گذر ہو تو وہاں آرام کر لیا جائے۔"

کیٹی نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں بھی اس محل میں چل کر کچھ دیر آرام کرنا چاہیے۔ کیا خیال ہے تمہارا ناگ بھیا؟"

ناگ نے کہا:

"میرا خیال ہے ہم بابل سے کافی دور نکل آئے ہیں ہم کچھ وقت اس محل میں آرام کر سکتے ہیں۔"

کیٹی نے مسکرا کر کہا:

"ماریا تمہاری کیا رائے ہے؟"

ماریا نے کہا:

"جو تم لوگوں کی رائے وہی میری رائے۔"

"تو پھر چلو محل کی طرف۔"

یہ کہہ کر ناگ نے گھوڑا پل پر ڈال دیا۔ دونوں گھوڑے دریا کا پل عبور کرنے کے بعد اس پہاڑی کی طرف دوڑنے لگے جس کی چوٹی پر درختوں میں گھرا ہوا پرانا محل دکھائی دے رہا تھا۔ یہ سارا علاقہ سنسان تھا۔ کہیں کوئی کھیت یا آبادی نہیں تھی۔ وہ پہاڑی کی طرف بڑھے تو اچانک ایک درخت کے پیچھے سے ایک دیہاتی نکل کر سامنے آ گیا۔

"مسافر معلوم ہوتے ہو تم دونوں؟" اس نے پوچھا۔

وہ عبرانی زبان بول رہا تھا۔ اس نے گھوڑوں پر ناگ اور خلائی لڑکی کیٹی کو ہی دیکھا تھا۔ ماریا کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔ ناگ نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں اور کہا:

"ہاں بابا ہم مسافر ہیں۔"

"اوپر کیا لینے جا رہے ہو؟" اس نے پوچھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیٹی بولی:

"سفر کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ ذرا آرام کرنے جا رہے ہیں۔"

دیہاتی نے محل کی طرف اوپر اشارہ کر کے کہا:

"بے شک آرام کرو مگر اس محل میں نہ جانا۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیوں بابا اس محل میں کیا بھوت رہتے ہیں؟"

دیہاتی بولا:

"تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اس محل میں نہ جاؤ۔ آگے تمہاری مرضی۔"

یہ کہہ کر دیہاتی چلا گیا۔

ماریا نے کہا:

"مجھے یہ خود کوئی پُراسرار آدمی لگتا ہے ناگ۔"

کیٹی بولی:

"محل میں کچھ نہیں ہوگا جو محل زیادہ دیر خالی رہے لوگ یونہی اس کے بارے میں اس قسم کے افسانے مشہور کر دیتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"میں تو کہوں گا کہ ہمیں اس دیہاتی کی بات مان

لینی چاہیے اور اس محل میں نہیں جانا چاہیے۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"بھئی واہ تم مرد ہو کر ڈر گئے ناگ؟"

کیٹی بھی ہنس پڑی اور بولی:

"چلو ماریا میں اور تم ہم دونوں محل میں جا کر سیر کرتی ہیں ناگ کو یہیں آرام کرنے دو۔"

ناگ بولا:

"میں ڈرتا نہیں ہوں۔ بس ویسے ہی کہہ رہا تھا کہ ہمیں محل سے دور ہی رہنا چاہیے۔ ویسے اگر تم لوگ وہاں ضرور جانا چاہتے ہو تو میں تم سب سے پہلے وہاں جاؤں گا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے وہاں ہمیں عنبر کا کوئی سراغ مل جائے۔"

اور انہوں نے اپنے گھوڑے اس پہاڑی راستے پر ڈال دیئے جو بل کھاتا ہوا اوپر پُراسرار پرانے محل تک چلا گیا تھا جب وہ محل کی پچھلی دیوار کے قریب سے گذرے تو انہیں دیوار کی برجیوں پر چار بڑے بڑے گدھ بیٹھے نظر آئے۔

ماریا نے کہا:

"یہ گدھ یہاں کیوں بیٹھے ہیں یہ تو عام طور پر وہاں ہوتے ہیں جہاں انہیں مردہ لاشوں کے ملنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی امید ہو؟"

کیٹی بولی:

"ہو سکتا ہے یہاں کبھی کبھی انہیں کسی جانور کی لاش مل جاتی ہو؟"

ناگ نے کہا:

"ارے لڑکیو یہ گدھ ویسے بھی کسی ویران حویلی پر بسیرا کر لیا کرتے ہیں۔ آخر انہیں رہنے کے لیے بھی تو کوئی جگہ چاہیے؟"

اسی طرح باتیں کرتے وہ دیوار کی اوٹ سے نکل کر محل کے بڑے دروازے کے سامنے آ گئے۔ محل کے سامنے آتے ہی دونوں گھوڑے زور سے ہنہنائے اور انہوں نے آگے قدم اٹھانے سے انکار کر دیا۔

ناگ نے کہا:

"اس محل میں ضرور کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے گھوڑے آگے نہیں جا رہے۔"

کیٹی ہنس پڑی:

"ناگ بھیا! لگتا ہے تم کچھ کچھ بزدل ہو گئے ہو کیوں ماریا؟ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

ماریا نے کہا:

"نہیں ناگ بزدل نہیں ہے۔ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے جانوروں کو خطرے کا احساس بہت پہلے ہو جاتا ہے۔ مگر ہم اس محل میں ہی چل کر آرام کریں گے۔"

کیٹی نے شرارت سے کہا:

"ناگ سے پوچھ لو۔"

ناگ بولا:

"بالکل ٹھیک ہے۔ ہم محل میں ہی چل کر آرام کریں گے۔ مجھے تو بس ایک ہی خیال اس محل میں لیے جا رہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں عنبر کا کوئی سراغ مل جائے۔ کیوں کہ اسی قسم کے پُر اسرار حالات میں ہی ہم ایک دوسرے سے ملا کرتے ہیں۔"

گھوڑے وہاں سے ایک قدم آگے نہیں اٹھا رہے تھے۔ ناگ ماریا اور کیٹی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انہوں نے گھوڑوں کو محل کی دیوار کے سامنے درختوں کے نیچے کھلا چھوڑ دیا اور خود محل کے دروازے کے پاس آ گئے۔ محل کے دروازے تک جانے والی سنگِ مرمر کی بڑی بڑی سیڑھیوں کے پتھر اکھڑے ہوئے تھے اور کہیں کہیں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ محل کے دروازے کی محراب پہ بھی جنگلی بیل چڑھی ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محل کا بڑا دروازہ بند تھا۔ نیچے ایک چھوٹا دروازہ بھی تھا۔ یہ دروازہ بھی بند تھا اور باہر لوہے کا تالا لگا ہوا تھا۔

کیٹی نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں کافی عرصے سے کبھی کوئی رہنے کے لیے نہیں آیا۔"

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔" ماریا بولی:

"بڑا ویران ویران آسیبی محل ہے۔ اندر چل کر دیکھتے ہیں کہ اس میں راز کی کیا بات ہے؟"

ناگ بولا:

"اس وقت تم ہم سب سے زیادہ طاقت ور ہو۔ تم ہی اس چھوٹے دروازے کا تالا توڑ دو۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"کیٹی سے کہو کہ چٹکی بجا کر تالا توڑ ڈالے۔"

کیٹی بولی:

"میں چٹکی بجا کر لاہور کا تھانیدار بن سکتی ہوں۔ بلی بن سکتی ہوں۔ گھوڑا بن سکتی ہوں۔ رانی آف جھانسی کی نانی بن سکتی ہوں مگر تالا نہیں توڑ سکتی۔"

ناگ نے کہا:

"خدا کے لیے تم چٹکی نہ بجانا۔ تمہاری چٹکی نے

پہلے ہی لاہور میں مجھے بے حد پریشان کیا تھا۔ ماریا! تم تالا توڑ دو۔"

ماریا نے آگے بڑھ کر تالے پر ایک ہلکا سا ہاتھ مارا۔ لوہے کا تالا دو ٹکڑے ہو کر پتھر کے فرش پر گر پڑا۔ ناگ نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ محل کی ڈیوڑھی سے ٹھنڈی مٹی کی بُو والی نم دار ہوا کا جھونکا آیا۔ وہ تینوں محل کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئے۔ یہاں ٹھنڈا ٹھنڈا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آگے ایک بہت بڑا ستونوں والا دالان آ گیا۔ ایک طرف سنگ مرمر کی چوڑی سیڑھیاں محل کی دوسری منزل کو جاتی تھیں۔ فرش پر پرانے قالین بچھے تھے جو گرد میں اٹے ہوئے تھے۔

"لگتا ہے یہاں صدیوں سے کوئی نہیں آیا۔" ماریا نے کہا۔

کیٹی اور ناگ آگے آگے چل رہے تھے۔

کیٹی نے کہا:

"محل کی دوسری منزل پر چلا جائے۔"

محل کی دوسری منزل پر آنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ یہاں نچلی منزل سے زیادہ ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ لمبی لمبی دراڑیاں نمایاں پڑی تھیں۔ گرد و غبار کی وجہ سے قالینوں کا رنگ خراب ہو چکا تھا۔ دیواروں اور کھڑکیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر جو بھاری پردے پڑے تھے وہ جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور ایک طرف کو جھکے ہوئے تھے۔ چھت کے ساتھ لٹکتے ہوئے فانوسوں میں جو بڑی بڑی موم بتیاں لگی تھیں ان پر جالے لگے تھے۔ مگر ان کے اوپر سے مکڑی کے جالوں میں سوراخ بنے ہوئے تھے۔

ناگ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ موم بتیاں کبھی کبھی روشن ہوا کرتی ہیں۔ دیکھو ان کے اوپر کوئی جالا نہیں ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"جب کوئی انسان یہاں نہیں آتا۔ فرش کے گرد و غبار پر کسی انسانی پاؤں کے نشان تک نہیں تو پھر ان فانوسوں کی موم بتیاں کون آکر جلاتا ہوگا بھلا؟"

ماریا بولی:

"کیٹی! تم ایک دوسری دنیا سے آئی ہو۔ آہستہ آہستہ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہماری دو ہزار سال قدیم دنیا میں بہت کچھ ان ہونی باتیں ہوا کرتی تھیں۔"

کیٹی نے کہا:

"ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ جتنی دیر سے میں تم لوگوں کے ساتھ سفر کر رہی ہوں۔ میں نے عجیب و غریب قسم کی ان ہونی باتیں ہوتی دیکھی ہیں۔"

ناگ نے ایک جگہ شاہی خواب گاہ کے دروازے کے باہر قالین پر جمی ہوئی گرد پر کسی انسان کے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ دیکھو کیا ہے؟"

"یہ تو کسی انسان کے پیروں کے نشان ہیں۔"

کیٹی نے کہا:

وہ تینوں جھک کر ان نشانوں کو دیکھنے لگے۔

ماریا بولی:

"یہ کسی عورت کے پاؤں کے نشان ہیں اور اس خواب گاہ کے اندر جا رہے ہیں۔"

خواب گاہ کے دروازے پر سرخ رنگ کے کمخاب کا پردہ لٹک رہا تھا جو بے حد پرانا ہو رہا تھا اور اس پر بھی گرد جمی ہوئی تھی۔

ناگ بولا:

"یہاں سب کچھ اتنا پرانا ہے کہ لگتا ہے یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صدیوں سے کوئی داخل نہیں ہوا لیکن قالین کی گرد پر عورت کے پاؤں کے نشان بالکل تازہ ہیں معلوم ہوتا ہے ابھی ابھی کوئی عورت اس کمرے میں داخل ہوئی ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"اس کمرے سے عورت کے باہر نکلنے کے کوئی نشان نہیں ہیں۔"

انہوں نے غور سے دیکھا تو خواب گاہ کے کمرے میں داخل ہونے کے پاؤں کے اور بھی نشان وہاں موجود تھے۔

ناگ بولا:

"ان سب پاؤں کے نشانوں کا رُخ اندر کی طرف ہے۔ باہر نکلنے کا ایک بھی نشان نہیں ہے۔"

ماریا کہنے لگی:

"اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی عورت کئی بار اس کمرے میں داخل ہوئی ہے لیکن واپس باہر نہیں نکلی۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ باہر کیوں نہیں نکلی؟ کیا وہ اندر ہی اندر کہیں غائب ہو گئی ہے؟"

ناگ نے کہا۔

کیٹی کہنے لگی:

"کہیں ایسا تو نہیں کہ بہت سی عورتیں اس کمرے میں داخل ہوتی رہی ہیں۔"

ماریا نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے یہ نشان ایک ہی عورت کے پاؤں کے ہیں۔"

"مگر یہ عورت ہے کون؟" کیٹی نے پوچھا۔

ناگ بولا:

"یہاں رات سیر کرنے کے بعد ہی پتہ چل سکے گا کہ یہاں کون عورت آتی ہے۔"

ماریا نے کہا:

"مگر تمہیں کیسے یقین ہے کہ یہ پُراسرار عورت رات کو ہی آتی ہے ناگ؟"

ناگ نے کہا:

"عام طور پر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ بہرحال ہمیں اس عورت سے کیا لینا دینا۔ دو ایک دن یہاں آرام کرنے کے بعد آگے روانہ ہو جائیں گے بلکہ آرام سے بھی زیادہ مجھے اس بات کا خیال ہے کہ شاید عنبر کا کوئی اتا پتہ معلوم ہو جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے قدیم محل کی دوسری منزل پر ایک شہ نشین میں ڈیرہ جما لیا اور پرانے قالین پر لیٹ گئے۔ ماریا پہاڑی کی دوسری جانب پھیلے ہوئے جنگل میں جا کر کیٹی کے لیے کچھ پھل توڑ لائی جو اس نے بڑے شوق سے کھائے۔ باتیں کرتے کرتے رات ہو گئی۔ نیند تو سوائے کیٹی کے اور کسی کو بھی نہیں آتی تھی اور خاص خاص موقعوں پر کیٹی کو بھی خلائی لڑکی ہونے کی وجہ سے نیند کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی اور اب تو کیٹی نے اپنی آنکھوں پر سے نقاب بھی اتار رکھا تھا جو اس نے اس لیے پہنا ہوا تھا کہ لوگ اس کی چوکور خلائی آنکھیں دیکھ کر حیران نہ ہوں اور اسے کوئی عجیب و غریب مخلوق نہ سمجھیں۔ اس نقاب سے بھی اس کو بڑی اُلجھن ہوتی تھی۔

اس روز خدا جانے کیا بات ہوئی۔ تھکاوٹ تھی یا کسی اور شے کا اثر تھا کہ محل میں رات کے گیارہ بجے کے بعد ماریا ناگ اور کیٹی تینوں کی آنکھ لگ گئی اور وہ گہری نیند سو گئے۔ کیٹی کو چونکہ کبھی کبھی پیاس محسوس ہوا کرتی تھی اسے آدھی رات کو پیاس لگی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے معلوم تھا کہ محل کے پیچھے ایک پانی کا نالہ بہتا ہے۔ وہ رات کے اندھیرے میں محل سے نکل کر نالے پر گئی۔

بڑی گہری خاموشی چھائی تھی۔ آسمان تاروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے نالے میں پانی پیا اور واپس محل کی طرف آ گئی۔ دوسری منزل کے قالین پر ناگ سو رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ماریا بھی سو رہی تھی۔ اس لیے کہ کیٹی کو ناگ کے قریب سے ماریا کی گہری خوشبو ہی ملتی۔ اس نے ناگ کے قریب کی خالی زمین پر کان لگائے تو اسے ماریا کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی اور وہ گہری نیند میں خراٹے لے رہی تھی۔

کیٹی اس بات پر حیران سی تھی کہ انہیں یہاں نیند کیسے آ گئی۔ پہلے وہ لوگ کبھی اس طرح نہیں سوئے تھے۔ کیا یہ اس پُراسرار محل کی فضاؤں کا اثر تھا؟ کیٹی یہی سوچتی ہوئی قریب ہی قالین پر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھیں بھی نیند سے بھاری ہو رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ اسے چھن چھن کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔ یہ آواز پازیب کی تھی جو عورتیں پاؤں میں پہنا کرتی ہیں۔ کیٹی نے آنکھیں کھول دیں۔ محل کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ شہ نشین کی بڑی کھڑکی میں سے تاروں کی دھیمی روشنی اندر آ رہی تھی۔ چھن چھن کی آواز قریب آئی اور پھر اس نے ایک سائے کو خواب گاہ کا ریشمی سُرخ پردہ اٹھا کر اندر جاتے دیکھا۔

پہلے کیٹی نے سوچا کہ ناگ ماریا کو جگا دیا جائے۔ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے ارادہ بدل لیا کہ ان کی نیند کیوں خراب کرے۔ وہ خود چل کر دیکھتی ہے کہ خواب گاہ کے اندر کون گیا ہے یہ بڑی پراسرار اور آسیبی بات تھی۔ کیٹی چپکے سے اٹھی اور دبے پاؤں چلتی ہوئی خواب گاہ کے دروازے کے پاس آ گئی۔ اس نے ذرا سا پردہ ہٹا کر اندر جھانکا۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک عورت فرش پر دو زانو ہو کر بیٹھی ہے۔ اس کے بال شانوں پر بکھرے ہوئے ہیں۔ سر ذرا سا آگے کو جھکا ہوا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلی ہوئی ہیں اور ان پر ایک ایک چراغ جل رہا ہے۔ اس کے سامنے ایک اونچا لمبا بھوت ایسا کالا آدمی ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔

عورت نے آہستہ سے کہا:

"معاف کر دو سوامی۔"

"کبھی نہیں۔"

کیٹی کو مرد کی پھنکار ایسی آواز سنائی دی۔ بھوت ایسے آدمی نے تلوار اوپر اٹھائی کہ عورت کی گردن قلم کر دے کہ کیٹی بھاگ کر آگے آ گئی اور عورت کو پیچھے دھکیل کر کہا:

"خبردار جو اسے قتل کیا تم نے۔"

عورت اور مرد دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیٹی کو تکنے لگے۔ عورت نے ہتھیلی کے چراغوں کو پھونک مار دی۔ دونوں چراغ بجھ گئے اور ساتھ ہی وہ عورت بھی غائب ہو گئی۔ بھوت ایسے مرد نے ایک چیخ ماری اور تلوار کا ایک بھرپور وار کیٹی کی گردن پر کیا۔ ابھی تلوار کیٹی کی گردن سے ایک انچ پیچھے ہی تھی کہ کیٹی نے چٹکی بجا دی۔ چونکہ اس عورت نے بھارت کی عورتوں ایسی ساڑھی پہن رکھی تھی اس لیے اتنی جلدی میں چٹکی بجاتے ہوئے کیٹی کے دماغ میں سوائے بھارت یعنی ہندوستان کے اور کوئی خیال نہیں تھا۔ چٹکی بجاتے ہی وہ غائب ہو گئی۔

بھوت نما آدمی نے کیٹی کو غائب ہوتے دیکھا تو پریشان ہو کر اسے کمرے میں ادھر اُدھر تلاش کیا اور پھر خواب گاہ کی کھڑکی میں سے باہر اندھیرے میں چھلانگ لگا کر گم ہو گیا۔

چیخ کی آواز سن کر ناگ اور ماریا کی آنکھ کھل گئی۔

"یہ چیخ کی آواز کیسی تھی ناگ؟" ماریا نے پوچھا۔

"خدا جانے۔ سنی تو میں نے بھی تھی۔" ناگ نے کہا۔

"یہ آج ہم اتنی گہری نیند کیسے سو گئے۔" ماریا نے کہا۔

پھر وہ ادھر اُدھر دیکھ کر بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیٹی کہاں چلی گئی ہے؟"

ناگ اور ماریا نے کیٹی کو آوازیں دیں۔ پھر سارے محل میں تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملی۔ اچانک ماریا کی نگاہ خوابگاہ کے دروازے کو جاتے قدموں کے نشانوں پر پڑی۔ وہ چونک کر بولی:

"اس پر کیٹی کے جوتوں کے نشان ہیں۔ یہ دیکھو اس کے خلائی جوتوں کے نشان اس کا مطلب ہے وہ اندر گئی ہے۔"

ماریا اور ناگ خواب گاہ کا پرانا پردہ اُٹھا کر اندر داخل ہو گئے۔ خواب گاہ میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کھڑکی میں سے ستاروں کی روشنی آ رہی تھی جس سے کمرے کی فضا اور زیادہ پُر اسرار ہو گئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ قدموں کے نشان خواب گاہ کے دروازے تک آئے تھے اس کے بعد غائب ہو گئے تھے اندر فرش پر غور سے دیکھنے پر بھی انہیں گرد آلود فرش پر کسی کے پاؤں کے نشان دکھائی نہ دیئے ناگ اور ماریا پریشان ہو گئے کہ کیٹی اچانک کہاں غائب ہو گئی۔

اتنے میں صبح ہو گئی۔ دن کی روشنی میں بھی انہوں نے دیران پر اسرار محل کا کونہ کونہ چھان مارا مگر وہاں انہیں کیٹی کہیں نظر نہ آئی۔ محل سے باہر نکل کر وہ پہاڑی نالے کے

آس پاس والے جنگل میں بھی گئے۔ کیٹی کو آوازیں دیں مگر کیٹی کہیں نہ ملی۔ ان کے گھوڑے درختوں میں خاموش کھڑے گھاس کھا رہے تھے۔

ماریا نے اداس آواز میں کہا:

"ناگ! اب کیٹی کو ہم کہاں تلاش کریں؟"

"وہ کہاں چلی گئی ہو گی؟"

ناگ نے گہرا سانس بھرا اور بولا:

"آدھی رات کو جو چیخ کی آواز آئی تھی ضرور یہ کوئی ایسی آواز تھی اور کیٹی اسی ایسب کا شکار ہو گئی ہے۔"

ماریا بولی:

"پہلے عنبر گم ہو گیا۔ اب کیٹی غائب ہو گئی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"اب ہمارا اس محل میں رُکنا بے فائدہ ہے۔ کیوں کہ کیٹی اگر کسی ایسب کا شکار ہوئی ہے تو وہ یقیناً یہاں نہیں ہے۔ ہمیں اس کی تلاش میں خدا پر بھروسہ کر کے آگے نکل جانا ہو گا۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بڑے غور سے پُر اسرار محل کو تک رہی تھی جس کی پچھلی دیوار پر مُردار خور گدھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔

ناگ نے کہا:

"ماریا! تم سن رہی ہو نا؟"

"ہاں" ماریا نے آہ بھر کر کہا:

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے"

ناگ اور ماریا درختوں کے جھنڈ میں گھوڑوں کے پاس آئے وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو گھوڑے ڈر کر بدک گئے۔

ماریا بولی:

"ان جانوروں پر ابھی تک کسی آسیب کا خوف چھایا ہوا ہے"

"کوئی بات نہیں ماریا — آہستہ آہستہ یہاں سے نکل کر ٹھیک ہو جائیں گے"

وہ گھوڑوں کو لے کر پہاڑی کے نیچے آ گئے جب محل دور اوپر رہ گیا تو گھوڑوں پر سوار ہو کر کیٹی اور عنبر کے سراغ میں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

پورباڈاکو کی خونخوار شکل

ناگ اور ماریا گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے۔

پہاڑی والے پراسرار محل میں خلائی لڑکی کیٹی کے اچانک گم ہو جانے کے بعد انہوں نے وہاں اسے بہت تلاش کیا مگر جب وہ انہیں کہیں نہ ملی تو وہ محل سے نکل کر پہاڑی سے اترے اور کسی نہ معلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیٹی کے گم ہو جانے سے وہ دونوں بڑے اداس اور پریشان تھے، لیکن ایسا ان کے ساتھ اکثر ہوتا رہتا تھا۔ مگر خلائی لڑکی کیٹی کے لیے وہ زیادہ اس لیے پریشان تھے کہ وہ ان کے ساتھ پانچ ہزار سال کے سفر میں نئی لڑکی تھی اور کسی ایسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتی تھی جس سے وہ نہ نکل سکے۔

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ خلائی لڑکی کیٹی جب ماریا اور ناگ کو سوتا چھوڑ کر پراسرار قدیم محل کی خواب گاہ میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ بھارتی عورتوں ایسے لباس میں ملبوس ایک خوب صورت لڑکی سر جھکائے بیٹھی ہے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک کالا بھجنگ آدمی کلہاڑے سے اس کا سر کاٹنے والا ہے۔
کیٹی نے اس کی جان بچانے کے لیے لپک کر اسے پرے
ہٹایا ہی تھا کہ اس دیو پیکر کالے بھجنگ آدمی نے کیٹی پر حملہ
کر دیا۔ کلہاڑا کیٹی کی گردن کے قریب تھا کہ اس نے چٹکی بجا
دی اور وہ غائب ہو گئی۔ ہوتا یہ تھا کہ چٹکی بجانے سے پہلے
کیٹی کسی جگہ کا خیال اپنے دماغ میں لاتی تھی اور پھر چٹکی
بجا کر وہاں پہنچ جاتی تھی یا جس شخص کی تصویر دل میں لاتی تھی
اس شخص کا روپ دھار لیتی تھی۔ مگر یہاں اس نے اتنی جلدی
چٹکی بجائی کہ کسی شخص کا ذہن میں خیال نہ لا سکی۔ چٹکی بجاتے وقت
اس کے دماغ میں صرف اس لڑکی کا خیال تھا جس نے بھارت کے
ملک کی عورتوں ایسی ساڑھی باندھ رکھی تھی۔

چنانچہ کیٹی اس لڑکی کی شکل میں ۱۹۸۳ء کے ملک ہندوستان
کے ایک شہر احمد نگر کے ایک بچوں کے پارک میں ظاہر ہو گئی
اس نے جس ہندو لڑکی کی شکل اختیار کر لی تھی وہ اصل میں
دو ہزار سال پرانی لڑکی تھی اور ہندوؤں کی مقدس دیوی گاؤری
دیوی تھی جو گائیوں اور بھینسوں کو پالنے والی دیوی کے نام سے
مشہور تھی اور ہندو لوگ مندروں میں اس کی مورتی بنا کر اس
کی پوجا کرتے تھے۔

کیٹی نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ بچوں کے ایک خوبصورت

پارک میں ایک درخت کے نیچے کھڑی ہے۔ اس نے وہی دو
ہزار سال پرانی محل والی لڑکی کی ساڑھی باندھ رکھی تھی اور اس
کے گلے میں پھولوں کا ہار ہے اور ماتھے پر تلک لگا ہے۔ اس
کی شکل گاؤری دیوی کی بن گئی تھی۔ کیٹی کو ابھی تک یہ معلوم نہیں
تھا کہ وہ ہندوؤں کی ایک دیوی بن گئی ہے۔ وہ ابھی تک یہی
سمجھ رہی تھی کہ چونکہ چٹکی بجاتے وقت اس کے دل میں اس
انڈین لڑکی کا تصور تھا اس لیے اس کی شکل میں نمودار ہو گئی
ہے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ وہ ماڈرن ۱۹۸۳ء کے
ہندوستان میں پہنچ گئی تھی اور جس شہر میں نمودار ہوئی
تھی وہ ایک خوب صورت اور ماڈرن شہر تھا۔ پارک میں جھولے
لگے تھے اور بچے کھیل رہے تھے۔

کیٹی کی طرف کسی نے دھیان نہ دیا۔ کیونکہ وہاں کی ہر عورت
نے اسی طرح کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور ماتھے پر تلک لگا رکھا
تھا۔ ہاں اس کے گلے میں جو پھولوں کا ہار پڑا تھا اس کو دو
ایک عورتوں نے تعجب سے دیکھا تھا پھر آگے گزر گئیں۔

کیٹی باغ کے دروازے پر آ گئی۔ یہاں بچوں کی مائیں
بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان عورتوں نے گھور کر کیٹی کو دیکھا۔
پھر ایک عورت نے چیخ کر کہا۔

"دیوی گاؤری!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری عورتیں اٹھ کر کیٹی کے قریب آگئیں۔ کیٹی کی شکل دیوی گاڈری کی ہو بہو کاپی تھی۔ وہی ناک نقشہ اور گلے میں سفید پھولوں کی مالا تھی۔ ماتھے پر تلک لگا تھا۔ ان عورتوں نے ہاتھ باندھ کر نعرہ لگایا۔

"جے دیوی گاڈری کی جے!"

وہاں تو ایک ہنگامہ مچ گیا کہ ہندوؤں کی مقدس دیوی دیوی گاڈری زندہ ہو کر پارک میں آگئی ہے۔ لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ لوگ اسے سجدے کرنے اور اس کے ہاتھوں کو بڑھ کر چومنے لگے۔ کیٹی پریشان ہو گئی کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ اچانک ایک موٹا بھاری بھرکم آدمی جو کسی مندر کا پجاری لگتا تھا آگے بڑھا اور کیٹی کے آگے ہاتھ باندھ کر بولا۔

"دیوی جی! میرے مندر کو ویران نہ کریں۔ بھگوان کیلئے واپس چلے چلیں۔ وہاں لوگ آپ کے درشنوں کو تڑپ رہے ہیں مجھ پر ترس کھائیں اور میرے ساتھ واپس مندر میں چلے چلیں۔"

کیٹی سمجھ گئی کہ یہ اس مندر کا پجاری ہے جس میں سے گاڈری دیوی غائب ہو کر دو ہزار سال پرانے زمانے میں پہنچ گئی تھی۔ اور اب چونکہ وہ اسی دیوی کی شکل میں ظاہر

ہوئی ہے اس لیے وہ اسے واپس اپنے مندر میں لے جانے آیا ہے۔ وہ خود بھی لوگوں کے ہجوم سے تنگ آگئی تھی۔ اس نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چلو میں تمہارے ساتھ اپنے مندر چلوں گی۔"

پجاری اور دوسرے لوگوں نے نعرہ لگایا۔

"جے ہو — دیوی گاڈری کی جے ہو۔"

پجاری نے کیٹی کا ہاتھ تھاما اور اسے لوگوں کے ہجوم میں سے نکال کر سڑک پر کھڑی ہوئی ایک موٹر کار میں لے آیا۔ ڈرائیور نے کار سٹارٹ کر دی اور گاڑی شہر کی رونق والی سڑکوں پر بڑی تیزی سے چلنے لگی۔ کیٹی نے دیکھا کہ سڑک کی دونوں جانب اونچی اونچی بلڈنگیں کھڑی ہیں اور کافی رش ہے۔ اس نے پجاری سے پوچھا۔

"یہ کون سا شہر ہے؟"

پجاری نے ایک نظر کار کے ڈرائیور پر ڈالی اور پھر ادب سے جھک کر کہا۔

"دیوی جی! یہ ہندوستان کا شہر احمد آباد ہے آپ کو تو معلوم ہی ہو گا۔ اس شہر کے مندروں میں آپ کی پوجا ہوتی ہے۔"

کیٹی نے پجاری کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عجیب سی چالاکی کی چمک تھی۔ کار ایک بہت بڑی عمارت کے پیچھے گیراج کے اندر جا کر رک گئی۔ اب پجاری اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ اس نے کیٹی کا بازو تھام کر کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم دیوی گاوڑی نہیں ہو بلکہ کوئی فراڈ شعبدہ باز لڑکی ہو جس نے جادو کے زور سے دیوی گاوڑی کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ مگر اگر تم مجھے شہر کے سب سے بڑے گاوڑی مندر کے تہہ خانے میں رکھا ہوا سونا دلا دو تو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

کیٹی مسکرا دی۔ کہنے لگی تم کون ہو۔

"تم کون ہو؟"

دھوکے باز آدمی بولا۔

"میرا نام راج گرود ہے اور میرا کام سمگلنگ اور بلیک میل کرنا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اسی لیے تمہیں صاف صاف بتا دیا ہے۔ اب بتاؤ۔ تم میرے اشارے پر مجھے مندر کا سونا لا کر دینے پر تیار ہو یا نہیں؟"

کیٹی نے کہا۔

"وہ سونا مندر کی امانت ہے۔ میں تمہیں لا کر نہیں

دے سکتی۔"

راج گورو نے چاقو نکال لیا اور کیٹی کو گھسیٹتا ہوا دیوار کے پاس لے گیا۔ چاقو اس نے کیٹی کی گردن پر رکھ دیا اور بولا۔

"اب بتاؤ۔ میرا کہا مانو گی یا نہیں؟"

کیٹی نے سوچا کہ پہلے شہر کے اس بڑے مندر میں چل کر دیکھا جائے کہ وہ کیسا ہے اور لوگ وہاں اس کی کس طرح پوجا کرتے ہیں۔ کیونکہ راج گورو نے اسے بتایا تھا کہ بڑے مندر میں اس کا ایک بہت بڑا بت لگا ہے جس کی پوجا ہوتی ہے۔ اس نے راج گورو سے کہا۔

"میں تیار ہوں۔ مجھے اس مندر میں لے چلو۔"

راج گورو مسکرایا۔

"شاباش! بس اسی طرح سے میرے کام کرتی جاؤ۔ میں تمہیں بھی دولت سے مالا مال کر دوں گا۔"

راج گورو نے کیٹی کو کار میں بٹھایا اور شہر کے سب سے بڑے مندر میں لے کر آ گیا۔ وہاں کے پجاریوں اور عورتوں نے جب اس دیوی جی کو خود زندہ حالت میں آتے دیکھا جس کی وہ پوجا کر رہے تھے تو دنگ رہ گئے۔ ہاتھ جوڑ کر دیوی گاوڑی کی جے کے نعرے لگانے لگے۔ وہاں پہلے ہی سے یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ شہر میں دیوی گاوڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندہ حالت میں آگئی ہے۔ مکار راج گورو بھی ہاتھ باندھے کیٹی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کیٹی کو اس کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں اس کی ہم شکل دیوی گاڈری کا بت لگا ہوا تھا۔ کیٹی نے دیکھا کہ دیوار والے بت کی شکل اور اس کی اپنی شکل میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ وہ بت کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"میں اس شہر کے لوگوں کو خوشیوں کا پیغام دینے آسمانوں سے آئی ہوں۔"

لوگوں نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔

"جے ہو دیوی گاڈری کی جے ہو۔"

وہ چبوترے پر بیٹھ گئی۔ لوگ باری باری اس کے آگے آکر جھک کر سجدہ کرتے اس کے پاؤں کے پاس چاندی کا روپیہ رکھتے۔ وہ ان کے سر پر ہاتھ لگاتی اور وہ آگے چلے جاتے۔ اس طرح راج گورو بھی اس کے پاس آگیا۔ اس نے چاندی کا روپیہ کیٹی کے پاس رکھا اور آہستہ سے کہا۔

"میں آج رات ایک بجے مندر کے پیچھے آؤں گا تم سونا لے کر وہاں کھڑی ہونا۔ جے ہو۔ دیوی گاڈری کی جے ہو۔"

کیٹی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دل میں کہا کہ تجھے تو میں آج رات ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ یاد رکھے گا۔ مندر میں لوگوں کا بے حد ہجوم ہو گیا تھا۔ لوگ یہ سن کر دور دور سے چلے آرہے تھے کہ دیوی گاڈری زندہ ہو کر مندر میں آگئی ہے۔ کیٹی لوگوں کے سروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سنگ آگئی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے مندر کے پروہت کو بلا کر کہا۔

"مجھے اس تہہ خانے میں لے چلو جہاں تم نے سونا چاندی رکھا ہوا ہے۔"

"دیوی جی میرے پیچھے پیچھے آئیے۔"

پروہت آگے آگے چلا اور کیٹی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ وہ اسے مندر کی سیڑھیوں سے اتار کر ایک تہہ خانے میں لے گیا جہاں سونے کے بھرے ہوئے صندوق پڑے تھے۔ کیٹی نے سارے صندوق کھلوا کر دیکھے۔ ان سب لوگوں کی طرف سے مندر کو خیرات میں دیئے ہوئے سونے کے زیورات ہی زیورات تھے۔ کیٹی نے پروہت سے کہا

"سنو! میں دیوی گاڈری تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دولت سے اس شہر میں بچوں اور عورتوں کا ایک بہت بڑا ہسپتال بنانا شروع کر دو۔ اگر تم نے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہنے پر عمل نہ کیا تو ایک روز پھر آؤں گی اور تمہیں قتل کر دوں گی۔"

پروہت نے گڑگڑا کر کہا۔

"دیوی جی ایسا غضب نہ کرنا۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ اور صبح ہی یہ سونا نکال کر بینک میں جمع کرا دوں گا اور آپ کے نام کا ایک ہسپتال بنانا شروع کر دوں گا۔"

کیٹی نے کہا۔

"خبردار! خیانت نہ کرنا۔ میں بیچ میں آکر ہسپتال کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

اور کیٹی تہہ خانے سے نکل کر مندر کی چھت پر آ گئی اور بولی۔

"میں یہاں بیٹھ کر آدھی رات تک بھگوان کی پوجا کروں گی۔ میرے پاس کوئی نہ آئے۔"

"بہت بہتر ہے دیوی جی! آپ پوجا کریں۔ آپ کے پاس کوئی نہیں آئے گا۔"

کیٹی چھت پر ایک جگہ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی پروہت چلا گیا۔ اس نے جا کر لوگوں کو بتایا کہ دیوی جی چھت پر بھگوان کی پوجا کر رہی ہیں اس لیے تم لوگ واپس اپنے

گھروں کو چلے جاؤ۔ لوگ جانا نہیں چاہتے تھے مگر جب پروہت نے انہیں بتایا کہ یہ دیوی جی کا حکم ہے تو وہ ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے۔ آدھی رات تک سارا مندر خالی ہو گیا۔

کیٹی چھت پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ وہ ناگ عنبر اور ماریا سے دوبارہ کہاں اور کیسے ملاقات کرے گی۔ پراسرار محل میں غائب ہونے کے بعد جب ناگ اور ماریا نے صبح اٹھ کر دیکھا ہو گا کہ وہ غائب ہے تو ان پر کیا گزری ہو گی اور وہ اس کی تلاش میں کہاں گئے ہوں گے۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ اس کے اور ناگ ماریا کے درمیان ہزاروں سال کا فرق پڑ گیا ہے۔ عنبر کے بارے میں تو اسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ حالانکہ اس وقت عنبر احمد آباد سے دور ملک پاکستان کے شہر لاہور میں گارڈن ٹاؤن والی کوٹھی میں امجد کے پاس ٹھہرا ہوا تھا اور واپس دو ہزار سال پرانے زمانے میں جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب رات کا ایک بج گیا تو کیٹی چھت پر سے اٹھی اور سیڑھیاں اتر کر مندر کے صحن میں سے گزرتی مندر کے پچھواڑے آ گئی جہاں مکار راج گورو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کیٹی نے کپڑے میں روڑے ڈال کر اسے لپیٹ کر ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ راج گرو نے دیوی گاڈری کے ہاتھ میں تو سمجھا کہ وہ سونا لے کر آ گئی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سونا لے آئی ہو؟"

کیٹی نے کہا۔

"یہاں سے باہر چل کر دوں گی"

راج گورو بولا۔

"میری موٹر کار سامنے سڑک پر کھڑی ہے۔ وہاں آجاؤ"

اور وہ کیٹی کو لے کر کار کی طرف آگیا۔ کار میں بیٹھتے ہی راج گورو نے کہا۔

"لاؤ میرا سونا"

کیٹی نے کہا۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے دیوی گاڈری نہیں سمجھتے؟"

راج گورو ہنس پڑا۔

"تم ایک شعبدہ باز عورت ہو۔ تم نے دیوی گاڈری کا بھیس بدل رکھا ہے۔ تم سب کو الو بنا سکتی ہو۔ مگر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتیں"

کیٹی نے کہا۔

"اگر میں تم پر ثابت کر دوں کہ میں اصلی دیوی گاڈری ہوں تو پھر؟"

راج گورو نے قہقہہ لگایا۔

"تم کیا تمہارا باپ بھی ثابت نہیں کر سکتا"

کیٹی کو سخت غصہ آگیا۔ اس نے لال لال آنکھوں سے راج گورو کو گھور کر دیکھا۔ دل میں ایک جانور کا تصور کیا اور بولی۔

"الو کے پٹھے اپنے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ"

اس کے ساتھ ہی کیٹی نے چٹکی بجا دی۔ چٹکی کے بجتے ہی کیٹی ایک دیو پیکر ہاتھی بن گئی اور اس کے بہت بڑے جسم کی وجہ سے کار پھٹ گئی۔ اس کی چھت ٹوٹ گئی اور دروازے ٹوٹ کر دور جا پڑے۔ راج گورو تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ بھی سڑک پر گرا ہوا تھا۔ کیٹی نے اسے اپنی سونڈھ میں اٹھا کر ہوا میں دو بار لہرایا اور پھر زور سے ایک جھٹکا دیا۔ ایک چیخ کے ساتھ راج گورو ہوا میں اڑتا ہوا ایک گھنے درخت کی شاخوں سے جا کر ٹکرایا اور بے ہوش ہو کر وہاں لٹکتا ہوا جھولنے لگا۔

کیٹی نے سونڈھ اٹھا کر زور سے ایک چیخ ماری اور جنگل کو جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئی۔ باقی رات اس نے جنگل میں ہاتھی کی شکل میں گھوم پھر کر گزار دی۔ دن نکلا تو اسے گولیوں کی آواز سنائی دی۔ وہ درختوں میں ایک طرف بھاگی۔ کوئی شکاری اس پر گولیاں برسا رہا تھا۔ کیٹی پریشان ہو گئی۔ وہ اپنی شکل میں کسی بھی ماڈرن شہر میں کچھ روز بسر نہیں کر سکتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ کیونکہ اس کی پرکور آنکھوں کی وجہ سے ہنگامہ کھڑا ہو جاتا تھا اور لوگ اسے جینے نہیں دیتے تھے اور پریشان کرتے تھے۔ جانور بن کر بھی وہ زیادہ دیر جنگل میں نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ یہاں شکاری اس کی جان کے دشمن تھے۔ وہ اس شہر میں رہ کر ناگ ماریا اور عنبر کا انتظار کرنا اور ان کا سراغ لگانا چاہتی تھی۔ سوال یہ تھا کہ وہ کس شکل میں اس شہر میں زندگی کے کچھ روز بسر کرے، وہ بھاگتی بھی جا رہی تھی اور سوچتی بھی جا رہی تھی۔

شکاری کی گولیاں اس کے قریب سے ہو کر گزر رہی تھیں۔ اس نے ایک مزدور عورت کو دیکھا جو جنگل میں ایک جگہ لکڑیاں کاٹ رہی تھی۔ ہاتھی کو آتا دیکھ کر اس عورت نے پلٹ کر کیٹی کی طرف دیکھا۔ کیٹی نے اس کی شکل دماغ میں بٹھا لی اور دوڑتی چلی گئی۔ کچھ دور جا کر کیٹی نے ذہن میں لکڑیاں کاٹنے والی عورت کی شکل جمائی اور خیال ہی خیال میں چٹکی بجا دی۔ وہ ہاتھی سے ایک دم وہی لکڑیاں کاٹنے والی عورت بن گئی۔

وہ جھاڑیوں کے قریب کھڑی ہو گئی۔ شکاری بندوق لیے اس کے پاس سے ہو کر گزرا اور اس سے پوچھا۔

"بہن یہاں سے ہاتھی کدھر گیا ہے؟"

کیٹی نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نے اسے اس طرف جاتے دیکھا ہے"

اور شکاری اسی جانب چلا گیا۔

کیٹی کو شکاری کی حماقت پر ہنسی آ گئی۔ اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔ اس نے ایک مزدور عورت ایسی عام ساڑھی باندھ رکھی تھی، ہاتھ میں کلہاڑی تھی۔ اس نے کلہاڑی وہیں جھاڑیوں میں میں پھینک دی۔ کیونکہ اسے لکڑیاں کاٹنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جنگل سے نکل کر ایک سڑک پر آ گئی اور یونہی ایک طرف چلنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی ساڑھی کے پلو سے کچھ پیسے بندھے ہوئے تھے۔ پیچھے سے ایک بس آئی جو شہر جا رہی تھی۔ کیٹی اس میں سوار ہو گئی۔ چونکہ وہ ایک مزدور عورت تھی اس لیے کسی نے اسے سیٹ پر نہ بیٹھنے دیا۔ وہ بس کے فرش پر ہی بیٹھ گئی۔ ویسے اسے یہ بات سخت ناگوار لگی کہ یہاں لوگ غریب لوگوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔

بس شہر احمد آباد کے بڑے چوک کی طرف جا رہی تھی۔ کیٹی سوچ رہی تھی کہ ایک غریب مزدور عورت کے روپ میں وہ کب تک ایک ایسے شہر میں زندگی بسر کر سکے گی جہاں لوگ غریب اور مزدور عورتوں کو پسند نہیں کرتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ تو پھر وہ کیا بن جائے! کس کا روپ دھارے؟ شہر کا بڑا چوک آ گیا۔ کیٹی بس سے اتر گئی۔ وہ یونہی بے مقصد ایک طرف چلنے لگی۔ چوک میں بڑی رونق تھی۔ دان نکل آیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور لوگ اپنے اپنے کاروبار پر چلے جا رہے تھے۔ وہ ایک مارکیٹ کے پاس جا کر رک گئی۔ یہاں لوگ سبزی اور پھل خرید رہے تھے۔

ایک پکی عمر کی عورت جس نے صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے سبزی اور پھل خریدنے کے بعد وہاں کھڑی اِدھر اُدھر تک رہی تھی۔ اس نے کیٹی کو دیکھ کر پوچھا۔

"لڑکی مزدوری کرے گی؟"

کیٹی نے کہا۔

"ہاں بی بی جی!"

اس نے دل میں سوچا کہ چلو یہاں سے تو نکلو۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔

عورت نے کہا۔

"یہ ٹوکری اٹھا کر سامنے سڑک پار والی کار تک لے چلو"

کیٹی نے ٹوکری اٹھائی اور عورت کے پیچھے پیچھے چلتی سڑک کے پار کھڑی موٹر کار کے پاس آ گئی۔ اس نے ٹوکری کار کے اندر رکھی تو عورت نے اسے پچاس پیسے پرس سے نکال کر دیئے اور پوچھا۔

"تم کیا کرتی ہے ری؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

کیٹی نے کہا۔

"بی بی جی بیکار ہوں، یتیم ہوں، گاؤں سے مزدوری کرنے آج ہی شہر آئی ہوں۔ میرا نام کملا ہے"

"میرے ہاں نوکری کرے گی؟ پچاس روپے تنخواہ دوں گی گھر کا کام کاج کرنا ہوگا۔ کسی وقت میرے ساتھ چل کر بازار سے سودا سلف لانا ہوگا"

کیٹی نے دل میں سوچا کہ چلو یہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ اس نے جھٹ کہا۔

"میں نوکری کروں گی بی بی جی"

"کار میں پیچھے بیٹھ جاؤ"

کیٹی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور وہ عورت کار کو سٹارٹ کر کے شہر کی سڑکوں پر چل دی۔ کار شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتی ہوئی شہر سے باہر نکل گئی۔ کچھ فاصلے پر کھیتوں میں بنا ہوا ایک مکان کیٹی نے دیکھا جس کی چھت ڈھلوانی تھی اور سامنے پلاٹ میں پھول کھلے تھے اور درخت کے نیچے ایک گائے بندھی ہوئی تھی۔ کار مکان کے سامنے جا کر رک گئی۔ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی مکان سے مسکراتی ہوئی باہر نکلی۔

عورت نے کہا۔

"یہ میری بیٹی شیلا ہے۔ اگلے ماہ اس کی شادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونے والی ہے۔"

شیلا نے کہا۔

"ماتا جی! یہ عورت کون ہے؟"

ماتا جی نے کہا۔

"بیٹی میں تمہارے لیے نئی نوکرانی رکھی ہے۔ تم گھر میں اکیلی ہوتی ہوتا۔ تمہارا کوئی بھائی اور بہن جو نہیں ہے۔"

کیٹی نے ہندوؤں کی طرح ہاتھ جوڑ کر شیلا کو سلام کیا۔ شیلا نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور کہا۔

"نوکرانی اٹھا کر ادھر رسوئی میں رکھ دو۔"

شیلا نے رسوئی کا راستہ بتا دیا اور خود اپنی ماں کے ساتھ مکان کے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ کیٹی رسوئی یعنی باورچی خانے میں آگئی۔ یہاں کھانے پینے کی ہر شے موجود تھی۔ فریج میں بھی کھانے کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ کیٹی نے نوکرانی سے مچھلی اور سبزی نکال کر تھال میں رکھ دیں۔ اتنے میں شیلا آگئی اور بولی۔

"تمہیں سبزی مچھلی بنانی آتی ہے؟ کیا نام ہے تمہارا؟"

کیٹی نے کہا۔

"جی کملا بی بی جی! سبزی بنا لیتی ہوں پر مچھلی بنانی

نہیں آتی۔"

شیلا نے تنک مزاجی سے کہا۔

"مچھلی بنانی نہیں آتی تو یہاں کیا کرنے آگئی ہے؟ چل چولہے پر کیتلی رکھ۔"

کیٹی کو جلدی معلوم گیا کہ شیلا بڑی بدمزاج لڑکی ہے اور وہ بھی کیٹی کو غریب عورت سمجھ کر اس سے برا سلوک کرتی ہے۔ کبھی کبھی تو وہ اسے گالی بھی دے دیتی تھی مگر کیٹی خاموش رہتی۔ وہ کسی گھر کی چار دیواری میں کچھ عرصہ بسر کرنا چاہتی تھی۔ اس خیال سے کہ شاید یہاں کسی جگہ، کسی وقت عنبر ناگ یا ماریا سے ملاقات ہو جائے۔ اسے یہ بھی پتہ چلا کہ شیلا کا باپ گاؤں میں زمینداری کرتا ہے اور ہفتے میں ایک دو بار گھر آجاتا ہے۔ گھر میں شیلا کا بوڑھا نانا برآمدے میں پلنگ بچھائے حقہ پیتا اور کھانستا رہتا تھا۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک روز وہی عورت وہاں لکڑیوں کا گٹھا بیچنے کے لیے آگئی جس کی شکل کیٹی نے اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے دروازے پر آکر آواز دی۔

"بی بی جی لکڑیاں لے لو۔ لکڑیاں کاٹ کر لائی ہوں۔"

کیٹی نے جب اپنی ہم شکل کو دیکھا تو درخت کے پیچھے چھپ گئی اور اوٹ میں سے تکنے لگی۔ وقت اتنا کم تھا کہ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے واپس بھی نہیں بھیج سکتی تھی۔ اتنے میں بد مزاج شیلا باہر نکلی اور لکڑیاں کاٹنے والی عورت کو دیکھ کر غصّے سے بولی۔

"کملا! تجھے کس نے کہا تھا کہ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹنی شروع کر دے؟ تجھے تو میں نے مصالحہ پیسنے کے لیے کہا تھا۔"

لکڑیاں کاٹنے والی عورت نے حیران ہو کر شیلا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"بی بی جی آپ کو غلطی ہو رہی ہے۔ میرا نام کملا نہیں کوشیلا ہے اور میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچتی ہوں اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہوں۔"

شیلا کو اور زیادہ غصّہ آگیا۔ کہنے لگی۔

"اری بدتمیز مجھے جھٹلا رہی ہے۔ تو کملا ہے۔ تجھے میری ماں نے چند روز پہلے نوکر رکھا تھا اور ابھی ابھی میں نے تمہیں مصالحہ دے کر کچن میں بھجوایا تھا۔"

لکڑیاں کاٹنے والی بولی۔

"بی بی لکڑیاں خریدنی ہیں تو خریدو۔ مذاق نہ کرو ہم سے۔"

اتنے میں شیلا کی ماتا بھی آگئی۔ شیلا بولی۔

"دیکھو ماتا جی یہ کملا کہہ رہی ہے کہ میرا نام کوشیلا ہے اور میں جنگل میں لکڑیاں کاٹ کر بیچتی ہوں۔"

ماتا جی نے بھی تعجب سے کوشیلا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیوں ری چار دن کھانے کو ملا تو دماغ خراب ہو گیا۔ یہ لکڑیاں کاٹنے کیوں چلی گئی تھی جنگل میں؟ چل اندر چل کر کام کر گھر کا۔"

لکڑیاں کاٹنے والی نے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھایا اور یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

"بی بی اب میں یہاں کبھی نہیں آؤں گی۔ گندے ہے تم لوگ پاگل ہو گئے ہو۔"

شیلا اور ماتا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ پھر ماتا نے کہا۔

"چلو دفع کرو اسے۔ جانے دو۔ میں تمہارے لیے کوئی اور نوکرانی ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔"

کیٹی درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی جب لکڑیاں کاٹنے والی چلی گئی تو وہ اوپر سے ہو کر مکان کے پچھلے دروازے سے اندر آکر کچن میں مصالحہ پیسنے لگی۔ اچانک شیلا اندر آگئی۔ اس نے کیٹی کو مصالحہ پیستے دیکھا تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ ہے بھگوان۔ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ اری! تو ابھی نوکری چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ پھر یہاں کیسے آگئی؟"

کیٹی نے مسکرا کر کہا۔

"بی بی جی معاف کر دو۔ میں لکڑیاں جنگل میں پھینک کر واپس آگئی ہوں۔ اصل میں کبھی کبھی مجھ پر پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے اور میں سب کچھ بھول جاتی ہوں"

شیلا نے اپنا سر تھام لیا۔

"کس پاگل نوکرانی سے پالا پڑ گیا۔ اری! اب تو تجھے سب کچھ یاد ہے؟"

"ہاں بی بی جی! دورہ ختم ہو گیا ہے۔ اب تو سب کچھ یاد آگیا ہے"

کیٹی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شیلا سر جھٹک کر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی کچن سے باہر نکل گئی۔

اس رات ایسا ہوا کہ آدھی رات کو جب گھر کے سارے لوگ سو گئے۔ کیٹی بھی باورچی خانے کے آگے زمین پر لیٹ کر عنبر ناگ اور ماریا کو یاد کرتی ہوئی گہری نیند میں کھو گئی تو چار ڈاکو چہروں پر کپڑا باندھے گھوڑوں پر سوار ہو کر مکان سے ذرا دور آکر درختوں میں رک گئے۔ گھوڑوں سے اتر کر وہ دبے پاؤں چلتے مکان کے پچھواڑے اندھیرے میں

آئے اور چھپ گئے۔ ایک ڈاکو نے جو ان کا سردار لگتا تھا اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا۔ وہ ڈاکو جیب سے ایک اور شیشی نکال کر مکان کی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کمرے میں شیلا اور اس کی ماں سو رہی تھیں ڈاکو نے شیشی میں سے بے ہوش کرنے والی دوا کے چند قطرے رومال میں ڈالے اور باری باری دونوں عورتوں کے ناک کے پاس لے جا کر انہیں بے ہوش کر دیا۔ اسی طرح اس نے باورچی خانے کے باہر سوئی ہوئی کیٹی کو بھی بے ہوش کر دیا۔ برآمدے میں شیلا کا نانا سو رہا تھا۔ ڈاکو اسے بھی بے ہوش کرنے کے بعد بھاگ کر سردار کے پاس گیا اور بتایا کہ راستہ صاف ہو گیا ہے۔

اب چاروں ڈاکو مکان میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے صندوق کھول کر ان میں سے نقدی اور زیورات نکال لیے۔ پھر سردار کے حکم سے باقی ڈاکوؤں نے شیلا کے منہ میں کپڑا ٹھونسا۔ اس کے ہاتھ باندھے اور اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور مکان سے باہر نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

صبح ہوئی تو شیلا کی ماں کو ہوش آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بیٹی شیلا غائب ہے۔ اس نے اسے آوازیں دیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھا کہ سارے صندوق کھلے پڑے ہیں اور فرش پر اس علاقے کے مشہور ڈاکو پوربا ڈاکو کا خاص نشان گول دائرہ بنا ہوا ہے جو وہ ہر ڈاکے کے بعد بنا دیا کرتا تھا۔

شیلا کی ماں سر پیٹ کر رہ گئی۔ کیٹی کو بھی ہوش آیا تو دیکھا کہ گھر میں ڈاکہ پڑ چکا ہے اور ڈاکو شیلا کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اس کی ماں کو غش پر غش پڑ رہے تھے۔ گاؤں سے شیلا کا باپ اور دوسرے رشتے دار بھی آ گئے۔ پولیس بھی پہنچ گئی۔ ڈاکوؤں کے پاؤں کے نشان لیے گئے۔ انسپکٹر نے کہا۔

"پٹیل جی آپ فکر نہ کریں۔ ہم پوربا ڈاکو سے آپ کی بیٹی کو برآمد کر کے رہیں گے۔"

شیلا کے باپ نے سر پکڑ لیا اور کہا۔

"پوربا ڈاکو نے مجھ سے میری زمینوں کے جھگڑے کا بدلا لیا ہے۔ وہ میری بیٹی کو مار ڈالے گا۔"

اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ کیٹی سے ایک دکھی باپ کی یہ حالت نہ دیکھی گئی۔ پولیس چلی گئی۔ رشتے دار بھی شام ہوتے ہی افسوس کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ گھر میں شیلا کا باپ، اس کا غم زدہ باپ اور دکھی ماں ہی رہ گئی۔ کیٹی نے کچھ سوچ کر شیلا کی ماں سے کہا۔

"پٹیل جی! یہ جو پوربا ڈاکو ہے اس کی شکل کیسی ہے؟"

اس کی ماں بولی۔

"ارے رام جانے کیسی شکل ہے۔ بڑا خونخوار ڈاکو ہے۔ کئی لوگوں کو قتل کر چکا ہے۔"

شیلا کے باپ نے کہا۔

"تو اس کی شکل دیکھ کر کیا کرے گی؟"

کیٹی نے کہا۔

"اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ اس کی شکل کیسی ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ پوربا ڈاکو کو پہچان کر اس سے میں آپ کی بیٹی شیلا کو واپس لے آؤں گی۔"

شیلا کی ماں اور اس کا باپ تعجب سے کیٹی کا منہ تکنے لگے۔ بھلا ایک کمزور سی عورت اتنے بڑے ڈاکو کو کیسے پکڑ سکتی ہے اور اس کے قبضے سے شیلا کو کیسے چھڑا کر لا سکتی ہے۔ باپ نے کہا۔

"ہمارا دل بہلانے کی کوشش نہ کرو کملا۔ جاؤ باورچی خانے میں جا کر برتن صاف کرو۔"

کیٹی نے کہا۔

"پٹیل جی! میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ میری بات پر یقین کریں۔ میں آپ کی بیٹی کو واپس لا سکتی ہوں۔ لیکن آپ مجھے یہ بتا دیں کہ اس کی شکل صورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیسی ہے؟"

شیلا کا باپ بولا۔

"اچھا۔ اگر تو ضد کر رہی ہے تو میں تمہیں پورُبا ڈاکو کی ایک تصویر دکھا دیتا ہوں جو ایک بار اخبار میں چھپی تھی۔"

شیلا کا باپ اٹھ کر اندر گیا اور الماری کے خانے میں سے اخبار کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا نکال کر لے آیا جس پر پورُبا ڈاکو کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ کیٹی نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔"

کیٹی نے غور سے پورُبا ڈاکو کی شکل دیکھی۔ بڑی بڑی مونچھیں، خونخوار آنکھیں اور گال پر زخم کا لمبا نشان۔ کانوں میں مندرساں ——— سر پر بندھا ہوا ڈاٹھا اور کندھے کے ساتھ لگی ہوئی بندوق۔ کیٹی نے پورُبا ڈاکو کی شکل اچھی طرح ذہن میں بٹھالی اور تصویر واپس کرتے ہوئے بولی۔

"تصویر رکھ لیں۔ چاہے پھاڑ ڈالیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جا رہی ہوں اور بہت جلد شیلا آپ کے گھر میں ہوگی اور پورُبا ڈاکو گرفتار ہو چکا ہوگا۔"

یہ کہہ کر کیٹی گھر سے باہر نکل گئی۔ شیلا کا باپ اور اس کی دکھی ماں اسے جاتے دیکھتے ہی رہ گئے۔

خلائی لڑکی اندھے کنوئیں میں

خلائی لڑکی کیٹی کھیتوں میں چلی جا رہی تھی۔

شام تک وہ کھیتوں کھیت کافی دور نکل گئی۔ دور اسے درختوں کی قطار دکھائی دی۔ وہاں سے کھیر کے علاقے کا خوفناک جنگل شروع ہوتا تھا۔ یہ جنگل اس قدر گھنا اور خطرناک تھا کہ دن کے وقت بھی کوئی آدمی ادھر نہیں جاتا تھا۔ سب میں مشہور تھا کہ اس جنگل میں پورُبا ڈاکو اپنے آدمیوں کے ساتھ رہتا ہے اور جو کوئی اس کی تلاش میں ادھر جاتا ہے اس کی لاش کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔

مگر کیٹی کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ شام کا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ دور کھیتوں میں کہیں کہیں کچے مکانوں اور جھونپڑیوں چراغ ٹمٹمانے لگے تھے۔ کیٹی جنگل میں داخل ہو گئی۔ ایک تو شام کا اندھیرا، اوپر سے کھیر کا گھنا تاریک جنگل ——— ایک بار تو اندھیرا سناٹا اور چڑیلوں کی طرح کھڑے سیاہ گھنے درختوں کو دیکھ کر کیٹی بھی ڈر سی گئی، مگر جلد ہی اس نے اپنے خوف پر

قابو پا لیا اور جنگل میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اگرچہ خلائی لڑکی کیٹی اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی تھی لیکن جنگل اس قدر گھنا تھا اور اتنی گنجان جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں کہ چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ کیٹی نے ذہن میں شیرنی کا تصور کر کے چٹکی بجائی اور وہ شیرنی بن کر بڑی تیزی سے جنگل میں گزرنے لگی۔

شیرنی کیٹی جنگل میں کافی دور نکل گئی تو اسے انسانوں کے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے ایک جگہ جھاڑیوں میں سے سر نکال کر دیکھا تو اسے کچھ فاصلے پر درختوں کے درمیان لالٹین جلتی دکھائی دیں۔ ایک جھونپڑا بنا ہوا تھا۔ آگ جل رہی تھی اور کچھ لوگ آگ کے گرد بیٹھے تھے۔ کیٹی کی تیز آنکھوں نے دور پوڑیا ڈاکو کو پہچان لیا جو کندھے سے بندوق لگائے گھوڑے کے پاس کھڑا تھا اور باتیں کر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جانے کیلئے تیار ہے۔ شیرنی کیٹی سمجھ گئی کہ یہ پوڑیا ڈاکو کی ٹولی ہے اور شیلا ضرور اسی جھونپڑے میں قید ہو گی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ڈاکوؤں کے اور قریب آ گئی۔ اب اسے پوڑیا ڈاکو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں کل کیسریا ڈاکو سے مل کر یہاں واپس آ جاؤں گا۔ شیلا کی حفاظت کرنا۔ میں اسے ساری زندگی

اب اپنے پاس جنگل میں ہی رکھوں گا۔ میں نے اس کے باپ سے اپنی زمینوں کا بدلہ چکا دیا ہے۔"

ایک ڈاکو نے کہا۔

"سردار تم فکر نہ کرو۔ یہ لڑکی اب تیری غلام بن کر رہے گی اور کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔"

پوڑیا ڈاکو گھوڑے پر سوار ہو گیا اور بولا۔

"اچھا پھر میں جاتا ہوں۔"

اس نے گھوڑے کی باگ جنگل کی طرف موڑی اور اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ شیرنی کیٹی نے اپنی شکل کا تصور کر کے دل میں چٹکی بجائی اور دوسرے لمحے وہ شیرنی سے پھر کیٹی بن گئی۔ اب اس نے پوڑیا ڈاکو کی شکل اختیار کرنی تھی۔ پوڑیا ڈاکو کی شکل اس کے ذہن میں تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ پوڑیا ڈاکو جنگل سے کافی دور آگے نکل جائے۔ وہ جھاڑیوں میں بیٹھ گئی ڈاکو آگ کے گرد بیٹھے تھے اور چائے پکا رہے تھے۔ یہ سات آٹھ ڈاکو تھے۔ کوئی بندوق کی نالی صاف کر رہا تھا تو کوئی گھاس پر لیٹا آرام کر رہا تھا۔ جھونپڑی کے باہر بھی ایک لالٹین لٹک رہی تھی۔ دو ڈاکو ان کے ارد گرد چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے بھی بندوقیں اٹھا رکھی تھیں۔ کیٹی نے جب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محسوس کیا کہ چورباڈاکو اب کافی دور نکل گیا ہو گا تو اس نے ذہن میں پورباڈاکو کی شکل جمائی اور چٹکی بجا دی۔

اس کو یقین تھا کہ وہ چٹکی بجانے کے ساتھ ہی پورباڈاکو کی شکل اختیار کرے گی۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر رہ گئی کہ چٹکی بجانے کے بعد اس کا سر تو پوربا ڈاکو کا بن گیا تھا مگر باقی جسم اس کا اپنا یعنی عورت کا ہی تھا۔ وہ اپنے آپ کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اس کے چہرے پر بڑی بڑی مردانہ مونچھیں تھیں اور باقی سارا جسم عورت کا تھا۔ اس نے گھبرا کر ایک بار پھر پوربا ڈاکو کی شکل دماغ میں جمائی اور چٹکی بجا دی۔ اب جو آنکھیں کھول کر دیکھا تو معاملہ الٹ ہو گیا تھا۔ یعنی اس بار اس کا جسم تو پوربا ڈاکو کا بن گیا تھا مگر سر اس کا اپنا تھا۔ یعنی سر زنانہ تھا اور باقی سارا جسم ایک خونخوار ڈاکو کا تھا۔ اس نے اندھیرے میں اپنے بازو دیکھے۔ اس کے بازوؤں پر کالے کالے سیاہ مردانہ بال تھے۔

کیمی اب تو جلد ہی گھبرا گئی۔ چٹکی کا جادو کہیں ختم تو نہیں ہو رہا! پھر یہ معاملہ اُلٹ پلٹ کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے تیسری بار آنکھیں بند کیں۔ پوربا ڈاکو کی شکل کو خوب اچھی طرح سے ذہن میں جمایا اور زور سے چٹکی بجا دی آنکھیں کھولیں تو پھر پوربا ڈاکو کا مردانہ جسم غائب ہو گیا تھا اور وہ ایک بار پھر اس کی شکل کملا میں آ گئی تھی۔ وہ جھاڑیوں میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

جھاڑیوں میں بیٹھنے سے آواز پیدا ہوئی۔ اس کے قریب سے پہرہ دینے والا ڈاکو گزر رہا تھا۔ اس نے آواز سنی تو چھلانگ لگا کر جھاڑیوں میں آگیا اور بندوق تان کر گرجا۔

”نکل آؤ باہر جو کوئی بھی ہے۔ نہیں گولی چلا دوں گا۔“

کیمی نے جانور کی شکل ذہن میں رکھ کر چٹکی بجائی مگر کچھ نہ ہوا۔ وہ کملا رہی۔ سمجھ گئی کہ چٹکی بجانے کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ڈاکو نے اسے بازو سے پکڑ کر جھاڑیوں سے باہر کھینچ لیا۔ یہ دیکھ کر کہ وہ ایک عورت ہے ڈاکو قہقہہ لگا کر بولا۔

”ارے تو کہاں سے آگئی؟ جاسوسی کرتی ہے ہماری؟“

پہرے دار ڈاکو نے کیمی کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں سے نکالا اور اسے دوسرے ڈاکوؤں کے پاس لے جا کر بولا۔

”یہ عورت جھاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔“

باقی ڈاکو کیمی کو تکنے لگے۔ وہ لالٹین کی روشنی میں کھڑی تھی۔ ایک ڈاکو نے اس کو قریب سے دیکھ کر کہا۔

”ارے شامو! یہ تو پٹیل کے گھر کی عورت ہے اس کو میں نے ڈاکے کی رات خود بے ہوش کیا تھا۔“

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ جملہ جھونپڑی کے اندر بیٹھی ہوئی شیلا نے سُنا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے جھونپڑی کے بند دروازے کی درز میں سے جھانک کر کیٹی کو دیکھا تو دل میں کہا۔

"ہے بھگوان! یہ کملا یہاں کہاں سے آ گئی؟"

دوسرا ڈاکو بولا۔

"ارے سردار پورا کے آنے تک اس کو بھی اندر بند کر دو۔ وہی آ کر اس کی جندگی (زندگی) کا فیصلہ کرے گا۔"

پہلے ڈاکو نے کیٹی کو بازو سے پکڑ کر جھونپڑی کا دروازہ کھولا اور کیٹی کو اندر دھکیل دیا۔ کیٹی شیلا کے سامنے فرش پر جا گری۔ اندر جھونپڑی میں ایک ننھا سا چراغ جل رہا تھا۔ شیلا پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔ کیٹی کو دیکھ کر کہا۔

"کملا تو نے اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالی؟ پتا جی کیسے ہیں۔ ماتا جی کا کیا حال ہے؟"

کیٹی اٹھ کر شیلا کے پاس بوریئے پر بیٹھ گئی۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ دل میں کیا سوچ کر آئی تھی اور آگے اس کے ساتھ کیا ہو گیا۔ بس اسے یہی کہا کہ تمہارے بغیر تمہارے ماتا پتا کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں گئی اور میں تمہاری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ شیلا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میرا بس چلے تو ابھی اڑ کر ماتا پتا کے پاس پہنچ جاؤں مگر مجھے ان ظالموں نے قید میں ڈال رکھا ہے۔"

کیٹی خود پریشان، بے بس اور مجبور تھی۔ اس کی چمکی کا جادو اور طاقت ختم ہو گئی تھی۔ وہ شیلا کو کیا تسلی دیتی۔ کہنے لگی۔

"حوصلہ کرو بی بی جی! بھگوان ہماری مدد کرے گا۔"

شیلا آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

"بھگوان نے مدد کرنی ہوتی تو میں اس حالت کو کیوں پہنچتی۔"

کیٹی نے کہا۔

"ایسا نہ کہیں بی بی جی!"

اور شیلا چپکے چپکے اپنے ماں باپ کو یاد کر کے آنسو بہانے لگی۔ کیٹی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ اس کی چمکی کا جادو کیوں ختم ہو گیا؟ کیسے ختم ہو گیا؟ کیا اب وہ کبھی چمکی بجا کر دوسری شکل اختیار نہ کر سکے گی؟ اسے اپنی چمکی کے بے اثر ہو جانے کا بے حد دکھ ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ شیلا آنسو بہاتے بہاتے وہیں بوریئے پر لیٹ کر سو گئی۔ کہتے ہیں کہ نیند سولی پہ بھی آ جاتی ہے۔ شاید یہی بات تھی کہ شیلا کو بھی نیند آ گئی تھی۔ مگر کیٹی جاگ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب وہ بھی ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عام کمزور عورت بن چکی ہے۔ خدا جانے اس کا کیا انجام ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دنیا والوں کے ہاتھوں مر نہیں سکتی تھی۔ اسے صرف کوئی خلائی مخلوق ہی اپنی غیبی شعاعوں سے یا زہریلی گیس سے ہلاک کر سکتی تھی۔ پھر بھی اس کی گردن پر تلوار کا وار کیا جا سکتا تھا۔ انہی خیالوں میں گم کیپٹن بھی سو گیا۔

دوسرے روز شام کو پورُبا ڈاکو آیا تو کیپٹن کو دیکھ کر پھنکارنے لگا۔

"اس کی یہ جرأت کہ میرے خفیہ ٹھکانے تک پہنچ پہنچ جائے؟"

اس نے حکم دیا کہ کیپٹن کو لے جا کر جنگل کے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ ڈاکوؤں نے کیپٹن کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسے اٹھا کر قریب ہی ایک اندھا کنواں تھا اس میں پھینک دیا۔ کیپٹن اندھیرے کنوئیں میں گرا دیئے جانے کے بعد اپنی قسمت کو کوسنے لگی کہ اس نے کیوں اس جنگل کا رخ کیا۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ شیلا ایسی بد مزاج لڑکی کے لیے اپنی جان عذاب میں ڈالتی اور اپنی چھٹکی کو بھی بے اثر کرتی۔ پھر دل میں کہنے لگی۔

"نہیں — اگر انسان کسی کے کام آ سکے تو اسے ضرور دکھی انسان کی مدد کرنی چاہیئے۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میری چھٹکی کا اثر ضائع ہو جائے گا۔"

کنوئیں میں صبح و شام کیپٹن کے لیے ڈاکو اوپر سے روٹی اور پانی لٹکا کر رکھ دیتے تھے۔ کیپٹن کو کھانے پینے کی اتنی حاجت نہیں تھی۔ اسے ایک ہی بات کا غم تھا کہ ڈاکو شیلا کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر رہے تھے اور وہ اس کے ماں باپ سے وعدہ کر کے آئی تھی کہ شیلا کو ضرور واپس لے کر آئے گی اور ڈاکو پورُبا کو قانون کے حوالے کروا دے گی۔ ان میں سے کچھ بھی نہ ہو سکا تھا۔

کیپٹن کو کنوئیں میں پڑے چوتھا روز گزر رہا تھا۔

پانچویں رات کو کیپٹن کی حالت بہت خراب ہو گئی اور اسے یوں لگا کہ کنوئیں کے اندر سے کوئی گیس آہستہ آہستہ نکل رہی ہے جو اس کو ہلاک کر رہی ہے۔ آدھی رات کو اس نے اس پراسرار ہستی کو یاد کیا جس نے انٹرکونٹی نینٹل ہوٹل کے پچھواڑے والے کنوئیں میں سے نکل کر چٹکی بجانے کو کہا تھا۔

کیپٹن کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اے میرے بزرگ دوست! تم کہاں ہو؟ تم کہاں ہو۔ تم کہاں ہو؟"

اچانک کنوئیں میں سفید رنگ کا ایک ہیولا نمودار ہوا۔ یہ اسی بزرگ کا ہیولا تھا۔ وہ لمبا ہوتا چلا گیا اور پھر کنوئیں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوپر اپنی گردن جھکا کر بولا۔

"کیا تم کہاں ہو؟ تم کہاں ہو؟ کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے"

کیٹی نے بزرگ کی آواز اور اس کا لہجہ پہچان لیا۔ وہ اسی طرح بات کیا کرتا تھا۔

کیٹی نے کہا۔

"خدا کے لیے میری مدد کرو اے بزرگ! میری پتلی میں سے جادو کا اثر ختم ہو گیا ہے۔"

بزرگ کے ہیولے نے کہا۔

"پتلی کا اثر ختم ہو گیا ہے تو کیا ہوا۔ جاؤ سیٹی بجاؤ سیٹی۔"

کیٹی نے کہا۔

"میرے پاس تو کوئی سیٹی نہیں ہے۔"

ہیولے نے جھلا کر کہا۔

"واری کیا شیر مچاری ہو؟ سیٹی نہیں ہے تو کیا ہوا؟ منہ سے سیٹی بجاؤ منہ سے۔"

یہ کہہ کر ہیولا غائب ہو گیا۔ کیٹی سمجھ گئی کہ منہ سے سیٹی بجانے سے بھی وہی کچھ ہو گا جو پتلی بجانے کے لیے ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا خیال کیا کہ وہ کنوئیں کے باہر کھڑی ہے اور منہ سے سیٹی بجائی۔ ایک سیکنڈ کے بعد کیٹی کنوئیں

کے باہر کھڑی تھی اور بالکل اپنی ہی شکل میں تھی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور ڈاکوؤں کے ٹھکانے کی طرف بڑھی۔

ڈاکو رات کے اندھیرے میں سو رہے تھے۔ جھونپڑی کے باہر لالٹین جل رہی تھی۔ اندر شیلا قید تھی۔ کیٹی نے قریب جا کر دیکھا۔ پوربا ڈاکو وہاں نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے وہ جھونپڑی کے اندر ہو۔ وہ یہ تسلی کر کے پوربا ڈاکو کا روپ دھارنا چاہتی تھی کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ کیٹی نے ذہن میں ایک تصور کر کے سیٹی بجائی۔ وہ ایک دم سے شیر بن گئی۔ اس نے منہ زمین کے ساتھ لگا کر زور سے دھاڑ ماری۔ شیر کی گرج سن کر سارے ڈاکو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ جھونپڑی سے شیلا بھی باہر نکل آئی۔ کیٹی نے دیکھا کہ اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ ایک ڈاکو نے اسے دوبارہ جھونپڑے کے اندر دھکا دے دیا اور بندوق سے اندھا دھند اس طرف فائرنگ شروع کر دی جدھر سے شیر کی گرج کی آواز آئی تھی۔

مگر کیٹی اب وہاں نہیں تھی۔ وہ چھلانگ لگا کر جھونپڑی کی دوسری طرف پہنچ گئی تھی۔ یہاں جاتے ہی اس نے سیٹی بجائی اور پوربا ڈاکو بن گئی۔ وہی لمبی لمبی مونچھیں اور خونخوار آنکھیں اور چہرے پر زخم کا نشان ——— وہ مونچھوں کو تاؤ دیتی کاندھے سے بندوق لٹکائے ڈاکوؤں کے پاس آ کر بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں گولیاں ضائع کر رہے ہو حرام زادو"
ڈاکو حیرانی سے اپنے سردار پوڑبا ڈاکو کو دیکھنے لگے۔
"سردار تم کیسے آ گئے؟"
کیٹی نے کہا۔
"کیوں! میں یہاں نہیں آ سکتا حرام زادو!"
اب کیٹی یہ پتہ کرنا چاہتی تھی کہ وہ آگے سے کیا کہتے ہیں کہ وہ کہاں گیا ہوا تھا۔ کیونکہ اگرچہ کیٹی نے پوڑبا ڈاکو کا روپ بدل لیا مگر اس کی یادداشت پوڑبا ڈاکو کی یادداشت نہیں تھی اور اسے ہرگز معلوم نہیں تھا کہ وہ ابھی ابھی کہاں گیا ہوا تھا۔ ایک ڈاکو نے کہا۔
"سردار! تم تو ٹھاکر سے ملنے شہر گئے تھے"
کیٹی نے بندوق زمین پر رکھ کر پتھروں پر بیٹھتے ہوئے کہا
"گیا ضرور تھا۔ مگر راستے میں فیصلہ بدل لیا۔ یہ بتاؤ اوئے حرام زادو۔ تم گولیاں کیوں چلا رہے تھے؟"
ڈاکو شامو نے کہا۔
"سردار ابھی ابھی شیر گرجا تھا"
کیٹی نے بھڑک کر کہا۔
"بک بک بند کر اوئے۔ وہ تو میں بولا تھا۔ میں نے آواز نکالی تھی شیر کی ——"

ڈاکو ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ یہ آج سردار کس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔
ایک ڈاکو نے کہا۔
"سردار! تم نے پہلے کبھی ہمیں حرام زادو نہیں کہا تھا یہ اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ بات بات پر ہمیں حرام زادو کہہ رہے ہو؟"
کیٹی نے بھڑک مار کر کہا۔
"چپ کر اوئے! نہیں تو میں تمہیں مچھلی کی طرح تل کر کھا جاؤں گا"
دوسرا ڈاکو بولا۔
"سردار تم تو مچھلی بالکل پسند نہیں کرتے"
کیٹی نے اسے بھی ڈانٹ کر کہا۔
"بکواس بند کر اوئے! نہیں تو میں تمہارے ابھی چپلی کباب بنا ڈالوں گا۔ یہ بتاؤ میرا شکار کہاں ہے؟"
ڈاکو شامو نے کہا۔
"سردار! جھونپڑی میں قید ہے۔ وہیں تم نے اسے قید کر رکھا تھا۔ تمہارے کہنے پر ہم نے اس کے پاؤں میں زنجیر بھی ڈال دی ہے"
کیٹی بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوئے حرام زادے! فوراً اس کی زنجیر جا کر اتار نہیں تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

اور کیٹی نے ان پر اپنی دہشت طاری کرنے کے لیے بندوق سے ہوا میں فائر کر دیا۔ ڈاکو ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"سردار! معاف کر دو۔ ابھی زنجیر اتارتا ہوں۔"

کیٹی نے زور سے کھنکارا اور کہا۔

"فوراً اتار جا کر سالے۔"

ڈاکو نے جھونپڑی میں جا کر شیلا کے پاؤں میں ڈالی ہوئی لوہے کی زنجیر اتار کر پھینک دی اور کہا۔

"سردار کو بھگوان جانے کیا ہو گیا ہے۔ اس سے آج بچ کر رہنا۔"

اور وہ جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ کیٹی نے اسے جھڑک کر پوچھا۔

"اوئے سؤر کی اولاد! تم نے اندر اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

ڈاکو نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

"سردار میں تمہارے شکار کے پاؤں سے زنجیر اتار رہا تھا۔"

"اچھا چلو ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ ہم اندر جا رہے ہیں۔ خبردار! سب جاگتے رہنا۔ نہیں تو میں باہر نکل کر

تم سب کو موت کی نیند سلا دوں گا۔"

"ہم سب جاگتے رہیں گے سردار! فکر نہ کرو۔"

سارے ڈاکو ہاتھ باندھ کر بولے۔ کیٹی جھونپڑی میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر لیا۔ جھونپڑی میں دیا روشن تھا۔ اس کی روشنی میں شیلا سمٹ کر کونے میں بیٹھی تھی۔ پوربا ڈاکو کو اپنے سامنے دیکھ کر اس نے نفرت سے کہا۔

"اگر تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں زہر کھا کر مر جاؤں گی۔"

کیٹی نے آہستہ سے کہا۔

"شیلا جی! میں پوربا ڈاکو نہیں ہوں۔ میں کملا ہوں۔ کملا۔"

اس پر شیلا اور زیادہ ڈر گئی۔

"تم— تم کملا کیسے ہو سکتی ہو؟ تم— تم تو پوربا ڈاکو ہو۔ تمہاری مونچھیں ہیں۔ تم پوربا ڈاکو ہو۔ کملا تو اندھے کنوئیں میں بند ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"میری بات غور سے سنو— میرے پاس ایک جادو ہے جس کے زور سے میں کنوئیں سے باہر نکل آئی ہوں اور اسی جادو کے تعدد سے میں کملا سے پوربا ڈاکو بن گئی ہوں۔ تم آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہیں پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کملا بن کر دکھاتی ہوں۔"

شیلا نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کر لیں۔ کیٹی نے آہستہ سے سیٹی بجائی اور وہ پورا باڈاکو سے پھر سے کملا بن گئی۔

"آنکھیں کھول کر دیکھو۔"

شیلا نے آنکھیں کھولیں تو اس کے سامنے پورا باڈاکو کی بجائے کملا کھڑی تھی۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے بولی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کملا؟"

کملا اس کے پاس بیٹھ گئی اور آہستہ سے اسے سمجھانے لگی۔

"شیلا بہن! میرے ایک گورو نے مجھے یہ جادو بتایا تھا میں اس جادو کو بھول گئی تھی۔ اندھے کنوئیں میں گرے مجھے چار روز گزر گئے تو اچانک مجھے وہ جادو یاد آگیا۔ چنانچہ میں باہر نکل آئی اور پورا باڈاکو بن کر یہاں آگئی۔"

شیلا نے کہا۔

"لیکن اگر اصلی پورا باڈاکو آگیا تو کیا ہوگا؟ تم کہاں چلو گی؟"

کیٹی بولی۔

"وہ ابھی نہیں آئے گا اور جب آئے گا تو میں تمہیں ساتھ لے کر یہاں سے دور جا چکی ہوں گی۔"

شیلا خوش ہو کر کہنے لگی۔

"بھگوان کے لیے تم جو کوئی بھی ہو مجھے اپنے جادو ٹونے کے زور سے یہاں سے نکال کر میرے ماتا پتا کے پاس لے جاؤ۔"

کیٹی نے کہا۔

"اسی لیے تو میں یہاں آئی ہوں۔ تم تیار ہو جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ میں پھر پورا باڈاکو بننا چاہتی ہوں۔ کیونکہ ان کا سردار باڈاکو بن کر ہی میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جا سکتی ہوں۔"

شیلا نے آنکھیں بند کر لیں۔ کیٹی نے آہستہ سے سیٹی بجائی۔ شیلا نے آنکھیں کھولیں تو اس کے سامنے ایک بار پھر وہی خونخوار چہرے والا پورا باڈاکو بیٹھا تھا۔ کیٹی نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

"اب میں باہر جا کر کہوں گی۔ بلکہ کہوں گا۔ کہ میں شیلا کو اپنے ساتھ دوسرے گاؤں لے جا رہا ہوں۔ اور دیکھ لینا کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ میرا راستہ روکے۔"

یہ بات ابھی اس کے منہ میں ہی تھی کہ اسے باہر سے آواز سنائی دی۔

"ہو تم لوگ جاگ رہے ہو کیا؟"

یہ اصلی پورا باڈاکو کی آواز تھی۔ ڈاکوؤں نے پورا باڈاکو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو جنگل کی طرف سے آتے دیکھا تو پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر بولے۔

"سردار! تم؟"

"ہاں رساتھیوں! مجھے راستے میں ایک دوست ڈاکو مل گیا۔ اس نے بتایا کہ ٹھاکر مدراس گیا ہوا ہے۔ بس میں واپس آگیا۔ مگر تم مجھے اس طرح پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

شامو ڈاکو کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"سردار اگر تم یہاں بیٹھے ہو تو جھونپڑے کے اندر کون ہے؟"

اصلی پورا ڈاکو نے بجھی ہوئی آگ کریدتے ہوئے کہا۔

"ارے اندر میرا شکار شیلا ہے اور کون ہے"

ڈاکو بولا۔

"نہیں سردار ــــ اندر بھی تم ہو"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" پورا ڈاکو نے کہا۔

شامو بولا۔

"سردار ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔ تم ابھی ابھی پہلے بھی آئے تھے اور یہ کہہ کر جھونپڑے میں ہماری آنکھوں کے سامنے چلے گئے کہ تم آرام کرنا چاہتے ہو"

پورا ڈاکو ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بندوق کا رخ جھونپڑی کی طرف کر لیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کسی جعل ساز بہروپیئے نے میرا روپ بدل لیا ہوگا"

پھر پورا ڈاکو نے گرج کر کہا۔

"باہر نکلو۔ کون ہو تم اندر؟"

شیلا بے چاری تھر تھر کانپنے لگی۔ اس نے کملا سے کہا۔

"کملا اب کیا ہوگا؟"

کیٹی اب تک پورا ڈاکو کے بھیس میں تھی۔ کہنے لگی۔

"گھبراتی کیوں ہو۔ ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم آنکھیں بند کرو"

شیلا نے آنکھیں بند کر لیں۔ کیٹی نے ایک چھوٹے سیاہ سانپ کا تصور کیا اور سیٹی بجا دی۔ سیٹی کے بجاتے ہی وہ سانپ بن کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔ شیلا نے آنکھیں کھولیں تو جھونپڑی میں سوائے اس کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ باہر پورا ڈاکو کی ایک اور گرج سنائی دی۔

"باہر نکلو۔ کون ہو تم؟"

شیلا نے جھونپڑی کا دروازہ کھول کر کہا۔

"کس کو آوازیں دے رہے ہو۔ اندر کوئی نہیں۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی ہوں۔ مجھے گولی مار دو"

پورُبا ڈاکو بندوق تانے جھونپڑی کے اندر آگیا۔ دیئے کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ جھونپڑی بالکل خالی تھی۔ وہ جھٹ باہر نکلا اور ڈاکو ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کہاں ہے وہ بہروپیا۔ تم جھوٹ بول رہے تھے کیا؟"

سارے ڈاکو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بھگوان کی قسم کھا کر ایک زبان ہو کر کہا کہ سردار! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے خود اس شخص کو جس کی شکل ہو بہو تمہاری تھی اس جھونپڑی میں جاتے دیکھا ہے۔

سردار بولا۔

"تو پھر وہ کہاں چلا گیا؟"

شامو بولا۔

"سردار! وہ بہروپیا ضرور کوئی جادوگر تھا۔ غائب ہو گیا ہے"

سردار نے قہقہہ لگایا۔

"مجھ سے بڑا کوئی جادوگر نہیں ہے۔ تمہاری آنکھوں کو دھوکہ ہوا ہے"

شامو ڈاکو نے کہا۔

"ہو سکتا ہے سردار ہماری آنکھوں کو دھوکہ ہوا ہو"

اس نے سوچا کہ چلو اسی طرح سے جان چھوٹ جائے۔ پورُبا ڈاکو آگ کے پاس گھاس پر لیٹ گیا اور بولا۔

"چلو سب سو جاؤ۔ مگر جھونپڑی پر پہرہ لگا رہے مجھے بھی نیند آ رہی ہے"

پورُبا ڈاکو کے لیٹ جانے سے دوسرے ڈاکو بھی وہیں لیٹ گئے۔ دو جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے لگے۔ ایک نے دوسرے کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"بھائی کیا پتہ یہ بھی کوئی نقلی سردار ہو"

دوسرے ڈاکو نے آنکھ مار کر کہا۔

"ہمیں کیا۔ ہمیں تو پہرہ دینا ہے۔ خاموش رہو"

ادھر کیٹی سانپ کے روپ میں جھونپڑی سے تھوڑی ہی دور جھاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اگر اصلی پورُبا ڈاکو وہاں نہ آجاتا تو وہ شیلا کو وہاں سے نکال کر لیجا چکی ہوتی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ عین موقع پر آگیا۔ اب وہ اسے کس طرح سے وہاں سے نکالے؟ کیٹی سانپ کے روپ میں یہی سوچ رہی تھی۔ وہ سانپ بن چکی تھی مگر لوگوں کو یونہی ہلاک کرنے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ وہ صرف اسی صورت میں کسی کو مار سکتی تھی جب اس کی اپنی جان کو خطرہ ہو۔ اور یہاں اس کی اپنی جان کو خطرہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ بلکہ وہ شیلا کو وہاں سے نکال کر لے جانا چاہتی تھی۔

کیٹی ساری رات جھاڑیوں میں بیٹھی رہی۔ دوسرے دن وہ وہاں سے ریگتی ہوئی ڈاکوؤں کے ٹھکانے کے بالکل قریب جا کر چھپ گئی تاکہ ان کی آپس کی باتوں کو سن سکے۔ ڈاکو سو کر اٹھ چکے تھے۔ اچانک ایک ڈاکو نے سردار کو آکر بتایا کہ کنوئیں میں جس عورت کو ہم نے قید کر رکھا تھا وہ غائب ہو گئی ہے۔ پورا ڈاکو ہڑبڑا کر اٹھا اور کنوئیں کی طرف گیا۔ کنواں وہیں پاس ہی تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ کنواں بالکل خالی تھا۔ اس نے بھڑک کر کہا۔

"کون لے گیا میرے قیدی کو؟"

ڈاکو نے کہا۔

"سردار! اس اندھے کنوئیں سے کون باہر نکل سکتا ہے۔ ضرور یہ اسی بہروپیے جادوگر کا کام ہے جو تمہارا روپ بدل کر یہاں آیا تھا۔"

ڈاکو پورا سوچ میں پڑ گیا۔ پھر مونچھوں کو تاؤ دے کر بولا

"لگتا ہے یہاں کسی آسیب نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں سے بوریا بستر اٹھا کر کسی دوسری جگہ ٹھکانہ بناؤ ابھی۔ اسی وقت ——— !"

"جو حکم سردار!"

ڈاکوؤں نے چیزیں اٹھا کر گھوڑے پر لاد دیں۔ جھونپڑی سے شیلا کو نکال کر اس کے ہاتھ باندھ کر گھوڑے پر بٹھایا اور وہاں سے کوچ کر دیا۔ ڈاکوؤں کا قافلہ جنگل میں آگے آگے جا رہا تھا اور ان کے پیچھے پیچھے سانپ کی شکل میں کیٹی بھی جا رہی تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ اسے کوئی موقع ملے اور وہ اپنی دوسری کسی ترکیب پر عمل کرتے ہوئے شیلا کو وہاں سے لے جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انگوٹھی۔ مچھلی کے پیٹ میں

اب ہم عنبر کی خبر لیتے ہیں۔

عنبر لاہور میں امجد کے کارڈن ٹاؤن والے بنگلے میں رہ رہا تھا اور اب ناگ اور ماریا کی تلاش کے سلسلہ میں وہاں سے جانے ہی والا تھا۔ آپ یہ تو پڑھ ہی چکے ہیں کہ ناگ اور ماریا دو ہزار سال بعد کے بابل کے صحراؤں اور میدانوں میں کیٹی کو پر اسرار محل میں گم کرنے کے بعد اس کی تلاش میں گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے ہیں۔

عنبر بھی لاہور کو چھوڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ کیونکہ اب اسے ناگ یا ماریا یا کیٹی کے لاہور میں ملنے کی کوئی امید نہیں رہ گئی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ وہ صبح اٹھ کر غسل کرتا۔ نماز پڑھتا اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد سیر کرنے کے لیے شہر کی طرف روانہ ہو جاتا۔ ایک روز رات کو اس نے امجد سے کہا۔

"امجد میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ کل یہاں سے

روانہ ہو جاؤں گا۔"

امجد نے کہا۔

"انکل! کچھ روز اور میرے ہاں رہ جائیے۔ خدا جانے پھر کب ملاقات ہو۔"

عنبر نے کہا۔

"مجھے ناگ اور ماریا کی یاد بہت ستا رہی ہے۔"

امجد بولا۔

"لیکن انکل! آپ سیدھا تو ان کے پاس بھی نہیں جا سکتے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن میں یہاں سے نکل کر کسی جنگل یا صحرا کی طرف جاؤں گا تو شاید ناگ ماریا سے ملنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ یہاں پڑے رہنے سے تو میں کبھی بھی ان سے نہیں مل سکتا۔"

امجد خاموش ہو گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انکل عنبر نے اب جانے کا ارادہ کر لیا ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

وہ چاندنی رات تھی۔ عنبر سونے کے لیے اپنے کمرے میں گیا۔ تو اتفاق سے اپنی جادوئی سرخ نگینے والی انگوٹھی امجد کی میز پر ہی بھول گیا۔ اسے خیال بھی نہ آیا۔ نہیں تو جلدی سے واپس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاکر دوبارہ پہن لیتا۔ باہر چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ امجد عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی میز پر انکل عنبر کی سرخ نگینے والی انگوٹھی پڑی ہے۔ امجد مسکرایا۔

"انکل آج انگوٹھی پہننا بھول گئے ہیں"

امجد نے میز پر سے انگوٹھی اٹھا لی۔ اس خیال سے کہ وہ اسے دراز میں سنبھال کر رکھ دے گا۔ دراز میں رکھنے سے پہلے امجد نے انگوٹھی کو جیب سے رومال نکال کر چمکانے کے لیے رگڑنا شروع کر دیا۔ جونہی اس نے رگڑنے کے بعد رومال ہٹایا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ انگوٹھی کے نگینے میں ایک شہر کی سڑک دکھائی دے رہی ہے۔ کاریں بسیں لوگ آجا رہے ہیں۔ سڑک کی دونوں جانب بڑی بڑی خوب صورت اور بلند بلڈنگیں کھڑی ہیں۔ امجد حیرانی سے اس خوب صورت بازار کو تکنے لگا۔

"اس نے کہا کاش میں اس بازار کی سیر کر سکتا"

اتنا کہنا تھا کہ اسے ایک جھٹکا سا لگا اور اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو گئیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی بہت کوشش کی مگر نہ کھول سکا۔ پھر اسے یوں لگا جیسے وہ زمین سے اچھل کر ہوا میں اڑ رہا ہے۔ اب ایک بار پھر اس نے

آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی کہ وہ کہاں اڑا جا رہا ہے مگر کوشش کے باوجود وہ نہ کھول سکا۔ پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پاؤں زمین پر جا کر لگ گئے ہیں اور اس کی آنکھوں کے پپوٹے اپنے آپ اوپر اٹھ گئے ہیں کیا دیکھتا ہے کہ وہ اسی سڑک کنارے فٹ پاتھ پر کھڑا ہے۔ اس نے پتلون قمیض اور چپل پہن رکھی ہے۔

امجد حیرت بھری نظروں سے آتے جاتے لوگوں اور اونچی اونچی عمارتوں کو دیکھنے لگا یا اللہ! یہ کیا جادو ہو گیا ہے۔ میں کہاں سے کہاں آ گیا ہوں۔ اس نے اپنا ہاتھ دیکھا سرخ نگینے والی جادو کی انگوٹھی ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے جلدی سے انگوٹھی پتلون کی جیب میں ڈال لی اور فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ اس بازار سے نکل کر ایک پل پر آ گیا۔ بازاروں کی دکانوں پر بورڈ انگریزی اور ہندی زبانوں میں لکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ انگریزی میں شہر کا نام بمبئی لکھا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ ایک سیکنڈ میں وہ بغیر پاسپورٹ اور ویزے کے لاہور سے بمبئی کیسے پہنچ گیا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ پل کے نیچے ایک دریا بہہ رہا تھا۔

امجد کے پاس بھارتی کرنسی میں کوئی پیسہ نہیں تھا۔ اچانک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے سے دو لڑکے بھاگتے ہوئے آئے ان کے پیچھے پولیس لگی ہوئی تھی۔ اور لوگ پکڑو پکڑو چور چور کا شور مچا رہے تھے۔ جانے امجد کے دل میں کیا آئی اس نے بھی آگے آگے دوڑنا شروع کر دیا۔ دونوں لڑکے تو آگے نکل گئے۔ پولیس نے امجد کو پکڑ لیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ایک آدمی نے چلا کر کہا۔

"اسی نے میری جیب کاٹی تھی۔ اسی کے پاس میرا بٹوہ ہے"

سپاہی نے امجد کی تلاشی لینی شروع کی تو اسے سب سے پہلے جادوئی سرخ نگینے والی انگوٹھی کا خیال آگیا۔ اسے معلوم تھا کہ سپاہی اس کی انگوٹھی ہڑپ کرلے گا۔ اس نے جلدی سے جیب سے انگوٹھی نکال کر دریا میں پھینک دی۔ یہ سوچ کر سپاہی کو انگوٹھی مل گئی تو جانے کیا انقلاب آجائے اور کہیں انکل عنبر کو اس کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ دریا میں پھینکنے سے کم از کم انکل عنبر کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ امجد کی تلاشی لی گئی تو اس کی جیب سے کچھ بھی نہ نکلا۔ پولیس کا سپاہی بولا۔

"یہ چوروں کا ساتھی ہے۔ اسے تھانے لے چلو"

پولیس امجد کو پکڑ اپنی ویگن میں بٹھا کر تھانے لے آئی۔ وہاں ایک موٹا تھانیدار ڈنڈا میز پر رکھے بیٹھا تھا۔ سپاہی

نے اسے بتایا کہ یہ لڑکا ایک سیٹھ کی جیب کاٹ کر بھاگا تھا اور اس نے بٹوہ اپنے کسی ساتھی کو پکڑا دیا ہے تو تھانیدار نے ڈنڈا میز پر زور سے مارا اور یہ کچھ کی طرح غرایا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

امجد نے کہا۔

"امجد"

"کہاں رہتے ہو تم؟"

اب امجد اسے کیسے بتاتا کہ وہ لاہور پاکستان کا رہنے والا ہے۔ پھر اس سے پاسپورٹ پوچھا جاتا۔ اس نے یونہی کہہ دیا۔

"سیشن پر آیا ہوں"

تھانیدار نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں۔ سمجھ گیا۔ پورے چور ہو۔ کوئی بات نہیں"

سپاہیوں سے کہنے لگا۔

"اسے حوالات میں بند کر دو"

امجد کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔ تین دن وہ حوالات میں بند رہا اور سخت بری حالت ہو گئی۔ آخر اس نے تھانیدار کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ پاکستان سے آیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھانیدار نے یہ کیس فوج کو دے دیا۔ فوج کی ملٹری پولیس امجد کو پکڑ کر لے گئی۔ اسے ملٹری کی حوالات میں بند کر دیا گیا اور اس سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی کہ وہ کون ہے اور کب سے پاکستان کے لیے جاسوسی کر رہا ہے۔ بھارتی فوج نے اسے پاکستانی جاسوس سمجھ لیا تھا۔

امجد کو سخت تکلیفیں دی گئیں۔ وہ بیمار پڑ گیا۔ بھارتی فوج نے اسے جیل میں بند کر دیا اور جاسوسی کے الزام میں اس پر مقدمہ چلنا شروع ہو گیا۔ بھارتی فوجی عدالت نے دو ہی دن میں امجد کے مقدمے کا فیصلہ کر دیا اور اسے سزائے موت سنا دی گئی۔ امجد کا رنگ اڑ گیا۔ اس کا دل بیٹھنے لگا۔ اسے خواب میں بھی کبھی خیال نہیں آسکتا تھا کہ اتنی چھوٹی عمر میں جبکہ ابھی اس نے کالج میں داخلہ لینا ہے۔ اسے بھارت کے ایک شہر میں جاسوسی کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اسے اپنے ماں باپ اور محبت کرنے والی بہن کا خیال آنے لگا۔ جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کا پیارا بیٹا پھانسی پر چڑھا دیا گیا ہے تو ان کے دل پر کیا گزرے گی۔ اور کیا معلوم کہ انہیں پتہ ہی نہ چلے اور وہ ساری زندگی اس کے انتظار میں رو رو کر اپنی آنکھیں پھوڑ لیں۔ اس نے

بہت شور مچایا اور عدالت سے کہا کہ وہ جاسوس نہیں ہے۔ مگر اس کی ایک نہ سنی گئی اور اسی وقت اس کی پھانسی کی تاریخ اور وقت مقرر کر دیا گیا۔

امجد کو جیل کے اندر پھانسی کی کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ باہر سخت پہرہ لگا تھا۔ اندر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ امجد کو ماریا، ناگ اور عنبر کا خیال آیا کہ اگر اس وقت وہ ہوتے تو اس کی ضرور مدد کرتے۔ لیکن ان میں سے کسی کو اس کے انجام کی خبر نہیں تھی۔ عنبر نے لاہور میں جب صبح اٹھ کر دیکھا کہ امجد رات بھر سے غائب ہے تو پریشان ہوا۔ گھر والے بھی گھبرا گئے کہ امجد ایک بار پھر غائب ہو گیا تھا۔ اچانک عنبر نے دیکھا کہ اس کی سُرخ نگینے والی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اُسے یاد آیا کہ اس نے رات امجد کی میز پر رکھی تھی۔ بہت تلاش کیا مگر انگوٹھی نہ ملی۔ عنبر سمجھ گیا کہ امجد نے بے خیالی میں انگوٹھی کو صاف کرنے کے لیے رگڑا ہو گا۔ سرخ نگینے میں کوئی منظر ابھرا ہو گا اور امجد اس منظر میں چلا گیا ہو گا۔ یہ بڑی تشویشناک بات تھی۔ امجد بے سمجھ تھا۔ خدا جانے انگوٹھی اسے کہاں، کس شہر میں، کس ملک میں اور کس زمانے میں لے گئی ہو گی۔ عنبر نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امجد کے ماں باپ کو انگوٹھی کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ یہی کہا کہ امجد کہیں کسی دوست کے ہاں رات ٹھہر گیا ہوگا۔ آ جائے گا۔

ادھر امجد کی پھانسی کا وقت قریب آ گیا۔ اس دنیا میں اس کی آخری رات آ گئی۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ رات کے پچھلے پہر پورے دو بجے اسے پھانسی ملنے والی تھی۔ پھانسی گھر کو صاف کر دیا گیا تھا۔ نیا رسہ لا کر لٹکا دیا گیا تھا۔ فوجی افسر، مجسٹریٹ اور ڈاکٹر کے بیٹھنے کے لیے کرسیاں لا کر رکھ دی گئی تھیں۔ پھانسی دینے والا جلاد بھی دوسرے شہر سے بلوا لیا گیا تھا۔

امجد پھانسی کی کوٹھری میں اکڑوں بیٹھا اپنی قسمت پر آنسو بہا رہا تھا۔ اسے انگوٹھی کا خیال آ رہا تھا کہ اس نے کیوں اسے دریا میں پھینک دیا۔ پھر خیال آیا کہ اگر اسے دریا میں نہ پھینکتا تو بھارتی پولیس والے اسے چھین لیتے۔ جوں جوں وقت قریب آ رہا تھا اس کا دل بیٹھتا جا رہا تھا۔ رنگ پیلا پڑ رہا تھا۔ چہرہ اتر گیا تھا۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

جب رات کا ایک بجا تو امجد کو گرم پانی سے نہلا کر پھانسی کے کالے کپڑے پہنا دیئے گئے۔ امجد کی آنکھوں میں ماں

باپ اور بہن کو یاد کر کے آنسو آ گئے۔ جیل کے وارڈن نے آ کر امجد سے پوچھا۔

"اگر کوئی آخری خواہش ہو تو بتا دو۔ وہ پوری کر دی جائے گی۔"

امجد کو مچھلی بہت پسند تھی اور بمبئی شہر میں ثابت مچھلی کو تلنے کا بہت رواج تھا۔ امجد کے دل میں خیال آیا کہ مرنا تو ہے ہی۔ آخری بار مچھلی ہی کھا لیں۔ اس نے کہا۔

"میرا دل تلی ہوئی مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔"

وارڈن مسکرایا۔

"فکر نہ کرو۔ رات جیل کے باورچی خانے میں دریا کی بہت سی مچھلی آئی تھی اور تلی گئی تھی۔ میں ابھی تمہارے لیے لے کر آتا ہوں۔"

وارڈن چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں تھالی پکڑی ہوئی تھی جس میں چار تلی ہوئی ثابت مچھلیاں رکھی تھیں۔

"یہ لو جی بھر کر کھاؤ۔ یہ تمہاری زندگی کا آخری کھانا ہے۔"

مچھلی کا تھال امجد کے آگے رکھ کر وارڈن چلا گیا۔ امجد روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مچھلی کھانے لگا۔ یہ سوچ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کا دل بھر آرہا تھا۔ کہ یہ اس کی زندگی کا آخری کھانا ہے اور اس کے بعد وہ قبر کی تاریکی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا۔ اس کا دل بالکل کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن یونہی اس نے ایک مچھلی کھا کر دوسری مچھلی کاٹی تو اس کے پیٹ کے اندر سے انکل عنبہ کی سُرخ نگینے والی جادوئی انگوٹھی تھالی میں آن گری۔

پہلے تو امجد کو یقین نہ آیا کہ یہ وہی جادوئی انگوٹھی ہے جو اسے لاہور سے اٹھا کر یہاں پھانسی کی کوٹھڑی تک لے آئی تھی۔ جب اس نے اسے ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا تو وہ وہی انگوٹھی تھی۔ امجد نے جلدی سے اسے تھالی کے نیچے چھپا دیا کہ کہیں وارڈن نہ آجائے۔ اتنے میں وارڈن اور جیل کا ڈاکٹر امجد کا آخری معائنہ کرنے کے لیے آگئے۔ وارڈن نے کہا۔

"تمہاری زندگی کا صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے ڈاکٹر تمہارا معائنہ کریں گے۔ اب مچھلی کو چھوڑ دو"

امجد نے ہاتھ اٹھا لیا۔ ڈاکٹر نے امجد کے دل پر ٹیوب لگا کر دیکھا اور پھر بلڈ پریشر چیک کیا اور کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ پھانسی کے لیے بالکل فٹ ہے"

وارڈن نے کہا۔

"ہمارے ملک کے خلاف جاسوسی کرنے والوں کو یہی سزا ملتی ہے۔ اٹھو اب ہمارے ساتھ پھانسی کے تختے تک جانے کے لیے تیار ہو جاؤ"

امجد نے سوچا کہ اگر وہ اٹھا تو انگوٹھی وہیں رہ جائے گی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں مسلمان ہوں۔ میں نماز پڑھ کر خدا سے آخری بار دعا مانگنا چاہتا ہوں"

وارڈن نے کہا۔

"پڑھ لو۔ نماز بھی پڑھ لو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں"

امجد نے کہا۔

"میں اکیلا نماز پڑھنا چاہتا ہوں تم لوگ تھوڑی دیر کے لیے کوٹھڑی سے باہر چلے جاؤ"

وارڈن باہر جانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اتنی چھوٹی سی کوٹھڑی سے یہ کہاں فرار ہو جائے گا۔ بھلا جیل کے باہر سخت پہرہ لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ دوں گا۔ اس عرصے میں جو مذہبی کام کرنا ہے کر لو۔ پانچ منٹ بعد تمہیں ہمارے ساتھ پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے چلنا ہو گا۔"

امجد نے کمزور سی آواز میں کہا

"اچھا"

داروغن نے ڈاکٹر کو سہارا دیا اور کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

ان کے باہر جاتے ہی امجد نے جلدی سے تھالی کے نیچے سے جادوئی انگوٹھی نکالی۔ ابھی رات میں چاندنی تھیں۔ جیل کی کوٹھڑیوں کے اوپر آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ امجد نے انگوٹھی کو ہاتھ سے زور زور سے رگڑا اور اللہ کا نام لے کر سرخ نگینے میں دیکھا۔

اس نگینے میں ایک منظر نظر آیا۔ یہ منظر اس کا جانا پہچانا تھا۔ یہ ان کی گارڈن ٹاؤن لاہور والی کوٹھی کا لان تھا۔ لان میں چاندنی کھلی ہوئی تھی اور کونے میں نلکے کے پاس پانی دینے والا ربڑ کا پائپ پڑا ہوا تھا۔ امجد کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ اسے داروغن کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ کوٹھڑی کی طرف آ رہا تھا۔ امجد نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا سے دعا کی۔

"یا اللہ! مجھے میرے گھر پہنچا دے"

امجد کو ایک جھٹکا لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہوا

میں اڑتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور کوشش کے باوجود نہیں کھل رہی تھیں۔ مگر امجد آنکھیں کھولنی بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاؤں ٹھنڈی گھاس پر لگے اور اس کی آنکھیں اپنے آپ کھل گئیں۔ اس نے دیکھا کہ وہ اپنے بنگلے کے لان میں کھڑا ہے۔ وہ انہی کپڑوں میں ہے جن کپڑوں میں وہاں سے گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کے والد نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"ابو! میں ہوں امجد!"

اس کے والد نے دروازہ کھول دیا۔

"یہ بہت بری بات ہے امجد! تم کہاں چلے جاتے ہو چپکے سے؟" میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

چلو اندر آؤں۔ بدتمیز کہیں کا!"

امجد اپنے باپ کے پاؤں پر گر پڑا۔

"ابو مجھے معاف کر دیں۔ اللہ نے مجھے پھر سے زندگی دی ہے"

گھر میں شور مچ گیا کہ امجد آ گیا ہے۔ سب جاگ پڑے۔ ماں اور بہن نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ عنبر بھی جاگ اٹھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلکہ وہ تو پہلے ہی جاگ رہا تھا۔ امجد نے انگوٹھی اس کو دے کر کہا۔

"خدا نے مجھے اس انگوٹھی کے ذریعے بچا لیا ہے انکل!"

"خدا کے لیے آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم واپس آ گئے۔"

جب امجد نے عنبر کو سارا واقعہ سنایا تو وہ بھی سن کر حیران ہو گیا۔ اس نے انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن کر اسے چوم لیا اور امجد سے کہا۔

"تم خوش قسمت ہو امجد جو اپنی مرضی کے مطابق اس گھر میں واپس آ گئے۔ انگوٹھی نے تم پر بڑی مہربانی کی ہے۔"

امجد نے کہا۔

"انکل! میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

لیکن اس نے گھر میں کسی کو انگوٹھی اور اپنے غائب ہو کر پھانسی کی کوٹھڑی تک پہنچنے کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ اُدھر جب وارڈن پھانسی کی کوٹھڑی میں داخل ہوا تو اس کے اوپر کا سانس اوپر رہ گیا۔ پھانسی کی کوٹھڑی سے مجرم فرار ہو چکا تھا۔ اپنے حواس

"وہ بھاگ گیا۔"

وہ اپنے بال نوچنے لگا۔

"میں مارا گیا۔ ارے میں مارا گیا۔ میری نوکری چلی گئی۔ مجرم بھاگ گیا ——"

جیل میں چاروں طرف سپاہی پھیل گئے اور امجد کو تلاش کرنے لگے مگر اس وقت امجد اپنے لاہور والے گھر کے کمرے میں گہری نیند سو چکا تھا۔ اصل میں ہوا یہ تھا کہ جب امجد نے دریا کے پل کے اوپر سے گزرتے ہوئے اپنی سرخ نگینے والی انگوٹھی دریا میں پھینکی تھی تو دریا میں ایک مچھلی نے اسے ہڑپ کر لیا تھا۔ اور انگوٹھی مچھلی کے پیٹ میں چلی گئی تھی۔ کچھ روز بعد دریا کے کنارے ایک مچھیرے نے جال ڈالا تو دوسری مچھلیوں کے ساتھ وہ مچھلی بھی جال میں آ گئی۔ اتفاق سے جیل کے لیے جو مچھلیاں خریدی گئیں ان میں وہ مچھلی بھی موجود تھی اور پھر جب رات کو امجد نے زندگی کے آخری کھانے کے طور پر مچھلی مانگی تو خوش قسمتی سے وہی مچھلی ہوٹل مچھلی امجد کی تھالی میں آ گئی جس کے پیٹ میں اس کی انگوٹھی تھی۔ سچ ہے۔ جسے اللہ رکھے۔ اسے کون چکھے!

عنبر اب انگوٹھی کو ایک پل کے لیے بھی نہیں اتارتا تھا۔ وہ اب لاہور سے واپس کسی طرح ناگ اور ماریا کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاس جانے کو بے تاب تھا۔ مگر اپنی مرضی سے ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ آخر منگ آکر اس نے ایک چاندنی رات کو انگوٹھی کو قمیض کے ساتھ زور سے رگڑ دیا۔ پھر ڈرتے ڈرتے سرخ نگینے کی طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ نگینے میں ایک غار کا سین نظر آرہا ہے۔ غار کی دیوار کے ساتھ ساتھ دونوں جانب خزانے کے ڈھیر لگے ہیں۔ سونے چاندی کے سکے، زیور، ہیرے موتیوں کے ہار بوریوں میں بھرے ہوئے ہیں۔ زمین پر بھی جگہ جگہ اشرفیاں بکھری ہوئی ہیں۔

عنبر سوچنے لگا کہ یہ کیسا غار ہے جس میں اتنا خزانہ کھلا پڑا ہے۔ وہ یہاں نہیں جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے وہاں ناگ ماریا اور کیٹی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ مگر اب معاملہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہونے لگیں۔ عنبر نے بلند آواز میں کہا۔

”نہیں۔ میں غار میں نہیں جاؤں گا۔ اے انگوٹھی! کم بخت مجھے ناگ ماریا کے پاس لے چلو“

لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس کے چھوٹے بھاری جھٹکے کے اس کی آنکھوں پر گرتے جارہے تھے۔ پھر اسے جھٹکا لگا اور وہ ہوا میں اچھل گیا۔ کچھ دیر ہوا میں تیرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اسی غار میں پایا جو اس نے

انگوٹھی کے نگینے میں دیکھی تھی۔

غار میں خاموشی تھی اور اس کا دروازہ بند تھا۔ یہ غار کافی کھلا اور چوڑا تھا۔ جگہ جگہ خزانے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اچانک اسے آواز سنائی دی۔ یہ آواز غار کے باہر سے آرہی تھی۔

”کھل جا سم سم!“

عنبر کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ علی بابا چالیس چور کے غار میں آگیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ باہر سے ڈاکو لوٹ مار کرکے واپس غار میں آرہے ہوں۔ وہ پتھر کے ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا۔ غار کا دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ ایک لمبا دبلا پتلا آدمی اندر داخل ہوا اور اس نے ”بند ہو جا سم سم“ کہہ کر غار کا دروازہ پھر سے بند کر دیا۔ یہ آدمی خزانے کو للچائی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اتنی زیادہ دولت دیکھ کر پاگل ہو گیا ہے۔ وہ خزانے کے پاس جاکر کبھی ناچنے لگتا۔ کبھی اشرفیاں اٹھا کر جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔ اس نے سونے اور ہیرے موتیوں کے ہار اپنے گلے میں ڈال لیے۔ جب اس کی ساری جیبیں سونے اور جواہرات سے بھر گئیں تو وہ غار کے بند دروازے کے پاس گیا ہی تھا کہ باہر سے گھوڑے کے قدموں کی آواز آئی۔ وہ آدمی سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ باہر سے ڈاکوؤں کے سردار نے بلند آواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یں کہا۔

"کھل جا سم سم!"

غار کا دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ اور ڈاکو اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ان کا خزانہ چرا کر لیے جا رہا تھا تو اسے پکڑ لیا۔ سردار نے چلا کر کہا۔

"اس کی گردن اڑا دو"

اب عنبر ایک دم سے باہر نکل آیا۔

"ٹھہرو"

ڈاکو اور ان کا سردار تعجب سے عنبر کو تکنے لگے۔ سردار نے کہا۔

"اسے بھی قتل کر دو۔ یہ بھی اسی کا ساتھی ہے"

عنبر نے کہا۔

"پہلے مجھے قتل کرو"

سردار نے آگے بڑھ کر تلوار کا بھرپور وار عنبر کی گردن پر کیا۔ سردار کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ کبھی اپنے ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی تلوار اور کبھی عنبر کی گردن کو دیکھنے لگے۔ عنبر نے کہا۔

"سنو! تم اگر اپنے سارے ڈاکوؤں کی تلواریں باری باری میری گردن پر مارو گے تو وہ ساری کی ساری

ٹوٹ جائیں گی"

سردار نے خنجر نکال کر عنبر کے پیٹ میں گھونپنا چاہا۔ خنجر بھی ٹوٹ گیا اور سردار منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ دوسرے ڈاکو عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ مگر وہ سب ایک ایک کر کے زمین پر الٹ الٹ کر گرتے گئے۔ سردار نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ"

سارے ڈاکو پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ سردار نے عنبر سے پوچھا۔

"تم کون ہو"

عنبر نے کہا۔

"میں اس ملک کا سب سے بڑا جادوگر ہوں اور یہ جادو کا اثر ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے ہلاک نہیں کر سکتی۔ اور یہ میرا شاگرد ہے"

ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔

"مگر یہ ہمارا خزانہ چرا کر لے جا رہا تھا"

عنبر نے کہا۔

"یہ میرے حکم سے تمہارا خزانہ لے کر جا رہا تھا میں اگر چاہوں تو اب بھی تمہارے سارے خزانے تمہارے ڈاکوؤں سمیت غائب کر سکتا ہوں۔ تم میری طاقت دیکھ چکے ہو"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سردار خوف زدہ ہو چکا ہے۔ اس نے عنبر کی طاقت دیکھ لی تھی۔ کہنے لگا۔

"میں اس آدمی کو معاف کرتا ہوں۔ لیکن تم میرے غار میں کیا کرنے آئے تھے؟"

عنبر نے جھٹ کہا۔

"میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ اس خزانے میں جہاں بادشاہوں اور امیر سوداگروں کا مال ہے وہاں تم نے غریبوں کی چیزیں بھی لوٹ کر جمع کر رکھی ہیں۔ بتاؤ وہ کہاں کہاں ہیں؟"

عنبر کو یہی ایک خیال سوجھا تھا کہ یہ ڈاکو لوگ ہیں جہاں امیروں کو لوٹتے ہیں وہاں ضرور غریبوں کے گھروں کا صفایا کرتے ہوں گے۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔

"ہم نے کبھی کسی غریب کے گھر کو نہیں لوٹا۔ مگر ہاں پچھلے دنوں میرا ایک ساتھی ایک بیوہ عورت کے گھر سے اس کا خاندانی سونے کا ہار لوٹ کر لے آیا تھا۔ تم وہ ہار لے جا کر اس عورت کو دے سکتے ہو۔ اس کے سوا میرے پاس یہ ساری دولت بادشاہوں اور امیر لوگوں کے خزانوں سے لوٹی ہوئی ہیں۔"

عنبر نے پوچھا۔

"اس بیوہ عورت کا گھر کہاں ہے؟"

ایک ڈاکو بولا۔

"شہر بغداد کی کھجوروں والی گلی کے آخری کونے پر ہے۔"

عنبر نے بیوہ عورت کا سونے کا ہار لے کر اپنی جیب میں رکھا اور کہا۔

"اب ہمیں دو گھوڑے دو۔ تاکہ ہم یہاں سے شہر جا سکیں۔"

ڈاکو کے سردار کا اگر بس چلتا تو وہ عنبر کے ٹکڑے اڑا دیتا۔ مگر اس کی طاقت کے آگے وہ مجبور اور بے بس تھا اس نے کہا۔

"باہر ہمارے گھوڑے کھڑے ہیں۔ ان میں سے دو گھوڑے تم لے جا سکتے ہو۔ لیکن ایک بات کا تمہیں بھی وعدہ کرنا ہوگا۔"

"کون سی بات کا وعدہ؟" عنبر نے پوچھا۔

سردار نے کہا۔

"کہ تم اس غار کا کسی سے ذکر نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

سردار بولا۔

"مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں تم پر یقین کرتا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم جا سکتے ہو۔"

عنبر نے اس لالچی آدمی کو ساتھ لیا اور غار سے باہر نکل آیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے بند ہو جا سم سم کہہ کر غار کا دروازہ دوبارہ بند کر لیا۔

باہر آکر عنبر نے اس آدمی سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

وہ آدمی بولا۔

"کاش میں سونے کی ایک اشرفی ہی اپنے ساتھ لے آتا۔ لیکن ڈاکوؤں نے میرا سارا جمع کیا ہوا مال واپس لے لیا۔"

پھر عنبر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:

"میرا نام وامق ہے۔ میں بغداد کا موچی ہوں مجھے علی بابا کی زبانی مرجینا نے اس غار کا پتہ بتایا تھا اور میں خزانے کے لالچ میں یہاں آگیا میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے اپنے جادو کے زور سے میری جان بچالی۔ ورنہ ڈاکو میری بوٹی بوٹی کر دیتے۔"

عنبر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وامق موچی بھی دوسرے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ عنبر نے کہا۔

"میں بغداد شہر سے واقف نہیں ہوں، تم مجھے

شہر کا راستہ بتانا اور مجھے بیوہ کے گھر تک پہنچا دو۔ میں اسے اس کی امانت واپس کرنا چاہتا ہوں۔"

وامق موچی نے کہا۔

"میں آپ کو پہنچا دوں گا۔"

پھر گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوا بولا۔

"جناب! اس بیوہ کو اتنا قیمتی ہار آپ کہاں تکلیف کر کے دیں گے۔ مجھے دے دیں میں خود اسے پہنچا دوں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"تم ایک لالچی انسان ہو وامق! میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔"

"جیسے آپ کی مرضی جناب!"

اور وہ شہر بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔

تیسرے پہر کا وقت تھا۔ دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ وہ صحرا میں سے گزرتے ہوئے شہر بغداد کے بڑے دروازے میں سے گزر کر شہر کے اندر آگئے۔ انہوں نے گھوڑے ایک جگہ باندھ دیئے۔ کیونکہ آگے شہر کی گلیاں بہت تنگ تھیں اور گھوڑے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ وامق موچی عنبر کو لے کر بیوہ کے گھر میں آگیا۔ وہ اسے بیوہ کے گھر میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ عنبر نے بیوہ عورت کو اس کا ہار واپس کرتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہن! یہ تمہاری امانت ہی ہے نا؟"
بیوہ عورت نے اپنا ہار دیکھا تو خوش ہو کر بولی۔
"خدا تیرا بھلا کرے بھائی۔ تو نے اسے کہاں سے لیا۔ یہ تو ڈاکو چرا کر لے گئے تھے۔"
عنبر نے کہا۔
"بس میں تمہارے لیے لے آیا ہوں بہن! اسے سنبھال کر اپنے پاس رکھنا۔"
بیوہ عورت بولی۔
"بھائی! یہ ہمارا خاندانی ہار ہے۔ اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رکھا ہوا تھا کہ ڈاکو اُڑا کر لے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم اسے واپس لے آئے۔"
عنبر نے کہا۔
"مجھے یہاں تمہاری بیٹی نظر نہیں آ رہی بہن؟"
عورت بولی۔
"وہ بھائی وہ شاہ بہرام کی حویلی میں کام کرنے گئی ہوئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں آ جائے گی۔"
عنبر کہنے لگا۔
"کوئی بات نہیں بہن! میں نے ویسے ہی پوچھا تھا۔"
عنبر جانے لگا تو دروازے کا پردہ ہٹا اور بیوہ عورت کی بیٹی اندر داخل ہوئی۔ وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی جس

نے ریشمی سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ عورت نے کہا۔
"بیٹی رخسانہ! یہ میرے بھائی ہیں۔ ہمارا سونے کا جو ہار چوری ہو گیا تھا وہ واپس لائے ہیں۔"
رخسانہ نے کہا۔
"کہیں یہ بھی ڈاکو کے ساتھی تو نہیں ہیں اماں؟"
عنبر کو رخسانہ کی یہ بات بُری لگی۔ اس کی ماں نے کہا۔
"ارے نہیں بیٹی! یہ تو ہمارے ہمدرد ہیں۔"
رخسانہ نے عنبر سے پوچھا۔
"آپ کو یہ ہار کہاں ملا ہے؟"
عنبر نے کہا۔
"میں ڈاکوؤں کے غار میں گیا تھا۔ اور وہاں سے اسے آپ کے لیے واپس لایا ہوں۔"
رخسانہ ہنس پڑی۔
"پھر آپ ضرور ڈاکوؤں کے ساتھی ہیں۔ ان کی غار میں کوئی دوسرا آدمی نہیں جا سکتا۔"
عنبر نے کہا۔
"اور وہ کسی کو یہ ہار دے بھی نہیں سکتے۔ ظاہر ہے اگر مجھے دیا ہے تو اس کی کوئی اچھی اور ٹھیک وجہ ہی ہو گی۔"
بیوہ عورت نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بیٹی تم مہمان سے کیسی باتیں کرنے لگی ہو؟"

اس نے عنبر سے کہا۔ بیٹھو بھائی! میں تمہارے لیے دودھ گرم کر کے لاتی ہوں۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں بہن! تمہارا شکریہ۔ میں جا رہا ہوں مجھے جلدی ہے۔"

اور عنبر رخصت پر ایک نظر ڈالتے ہوئے گھر سے باہر نکل آیا۔ اسے اس لڑکی کی بد مزاجی اور غرور اچھا نہیں لگا تھا۔ بجائے عنبر کا شکریہ ادا کرنے کے وہ اس پر ڈاکوؤں کے ساتھی ہونے کا الزام لگانے لگی تھی۔ کچھ دیر وہ شہر کی پرانی گلیوں میں گھومتا پھرا۔ پھر ایک باغ میں آکر درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اتنے میں کچھ سپاہی گھوڑے دوڑتے گزر گئے۔ پھر کچھ لوگ پریشانی کے عالم میں بھاگتے ہوئے آئے۔ وہ شور مچا رہے تھے۔

"لوگو! گھروں میں گھس جاؤ۔ چنگیز خاں کی فوج آگئی ہے۔ چنگیز خاں کی فوج نے حملہ کر دیا ہے۔"

لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جس کا جدھر منہ اٹھا گھبراہٹ میں بھاگنے لگا۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ بغداد کا وہ دور ہے جب چنگیز خاں نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ اس شہر کی تباہی کا وقت آگیا تھا۔

خطرناک منصوبہ

عنبر وہاں سے اٹھ کر ایک ٹیلے کے پاس چبوترے پر جا کر بیٹھ گیا۔

اس کے سر پر ایک گھنے درخت کا سایہ تھا۔ لوگ پاگلوں کی طرح جان بچاتے بھاگ رہے تھے مگر عنبر بڑے سکون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ چنگیز خان کی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ اور اس نے قتل عام اور لوٹ مار شروع کر دی۔ وہ جگہ جگہ آگ لگا رہی تھی۔ بغداد کے تخت پر عیاش بادشاہ بیٹھا تھا۔ جس میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ اپنی رعایا اور ملک کی حفاظت کر سکتا۔ چنگیز خان نے اسے قتل کر کے اس کا سر قلعے کے اوپر لٹکا دیا اور محل پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ عنبر کو بیوہ عورت کا خیال آگیا۔ کہ خدا جانے وہ کس حال میں ہو گی۔ چنانچہ وہ اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات گہری ہو گئی تھی۔ گلیوں میں اندھیرا تھا۔ گھروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے لوگوں کے رونے کی دبی دبی آوازیں آ رہی تھیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں تھا کہ جس کے ایک دو آدمی قتل نہ ہوئے ہوں۔ عنبر گلی کا موڑ گھوما تو سامنے چنگیزی فوج کے دو سپاہی گشت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ عنبر کو دیکھ کر انہوں نے اس سے کوئی پوچھے بغیر ہی حملہ کر دیا۔ اور وہ دونوں عنبر کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ عنبر بیوہ کے مکان پر گیا تو معلوم ہوا کہ بیوہ زندہ ہے مگر اس کی لڑکی رخسانہ کو فوجی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ عنبر کو بے حد رنج ہوا۔ اس نے عورت سے کہا۔

"بہن! تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بیٹی رخسانہ کو واپس لانے کی کوشش کروں گا۔ کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ وہ فوجی کون تھے؟"

بیوہ عورت نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے کہا۔

"بھائی! میں انہیں کیا جانوں۔ وہ کسی سپہ سالار قولی کا ذکر کر رہے تھے"

عنبر نے عورت کو ایک بار پھر تسلی دی اور وہاں سے نکل آیا۔ اس نے بغداد کی تباہی اور چنگیز خاں کے بیٹے سپہ سالار قولی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ چنگیز خان کی فوج کا بے حد دبدبہ اور خوف طاری تھا۔ اس فوج کے سپہ سالار کو ملنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ لیکن عنبر کو بھی چونکہ اپنی طاقت پہ بڑا بھروسہ تھا اس لیے وہ بے دھڑک ہو کر شہر کے ایک

باغ میں لگے ہوئے فوجی کیمپ میں پہنچ گیا۔ پہرے دار نے اس کے سینے پر نیزہ رکھ دیا اور کڑک کر بولا

"کون ہو تم؟"

چنگیز خان نے اس وقت قتل عام بند کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ وگرنہ اس کیمپ تک آنے کے جرم میں پہرے دار عنبر پر حملہ کر دیتا۔ عنبر نے کہا۔

"میں قولی خان سے ملنے آیا ہوں"

دو تین اور سپاہی وہاں آ گئے۔ انہوں نے عنبر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ پہرے دار نے کہا۔

"تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"میں افریقہ سے آیا ہوں۔ تاجر ہوں اور قولی خان سے نادر جواہرات کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم جا کر میرا نام لے دو۔ کہو کہ افریقہ کا سوداگر عنبر آیا ہے"

یہ شور سن کر خود قولی خان خیمے سے باہر آ گیا۔ اس نے زرہ بکتر لگایا ہوا تھا اور کمر کے گرد تلوار لٹک رہی تھی۔ عنبر نے اس کا چہرہ دیکھا جو ایک خونخوار جلاد کا چہرہ لگتا تھا۔

"کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟" وہ گرجا۔

عنبر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خان! میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"میں نہتا ہوں۔"

قولی خان ایک بہادر آدمی تھا۔ مسکرایا۔

"اندر آجاؤ۔"

عنبر کود کر وہ خیمے میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت کشادہ خیمہ تھا جس کے اندر ایک دوسرے خیمے کو راستہ جاتا تھا۔ وہاں ریشمی پردہ گرا ہوا تھا۔ فرش پر قالین اور تکیے بکھرے پڑے تھے۔ قولی خان شیر کی کھال کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے عنبر کو اپنے سامنے فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"خان! تمہارے خیمے میں اس وقت بغداد کی ایک بیوہ عورت کی بیٹی رخسانہ موجود ہے۔ تمہارے فوجی اسے اغواء کر کے لائے ہیں۔"

اتنا سننا تھا کہ قولی خان غصے میں سرخ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بغل سے تلوار نکال کر لہرائی اور بولا۔

"تم کون ہوتے ہو اس لڑکی کے بارے میں پوچھنے والے۔ تمہیں اس گستاخی کی سزا میں خود دوں گا۔"

عنبر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس نے سوچا کہ اس نادان وحشی سردار کو سبق سکھانا چاہیے۔ اس نے کہا۔

"قولی خان! میری بات غور سے سنو! تمہاری ساری فوج میں اس وقت کوئی نیزہ، کوئی خنجر، کوئی تلوار ایسی نہیں ہے جو مجھے قتل کر سکے۔ اگر یقین نہ آئے تو میری گردن پر وار کر کے دیکھ لو۔"

سپہ سالار قولی خان کو زندگی میں ایسا پہلا آدمی ملا تھا جس نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر یہ بات کہی ہو۔ وہ کچھ ٹھٹھک سا گیا۔ لیکن آخر ایک خونخوار اور وحشی آدمی تھا۔ آگے بڑھا اور عنبر کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ عنبر کے سر سے ٹکرا کر تلوار ٹوٹ گئی۔ قولی خان حیرت کے عالم میں اپنی تلوار اور عنبر کے سر کو تکنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"خان! میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کوئی تلوار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کیا اب بھی تم میرے سوال کا جواب نہ دو گے اور میری بات نہ سنو گے؟"

قولی خان نے تخت پر سے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن پر ہاتھ رکھ کر ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"کیا تم کوئی جادوگر ہو افریقہ کے؟"

عنبر بولا۔

"ہاں تم یہی سمجھ لو۔ یاد رکھو۔ تم اور تمہاری ساری فوج میرا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ لیکن میں جب اور جس وقت چاہوں تمہیں اور تمہاری فوج کو ہلاک کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا ہوں۔"

قولی خان عنبر کا منہ تکنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟" عنبر نے کہا۔

"اس بیوہ عورت کی لڑکی رخسانہ کو آزاد کر دو اور اسے اس کے گھر حفاظت سے پہنچانے کا بندوبست کرو۔"

قولی خان نے تالی بجائی۔ دو حبشی غلام خیمے میں آ گئے۔ سپہ سالار نے کہا۔ "ہماری سب سے اعلیٰ کنیز رخسانہ کو حفاظت کے ساتھ اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔"

حبشی غلام سلام کر کے خیمے سے نکل گئے۔ قولی خان نے کہا۔

"بیوہ کی بیٹی اس کے گھر پہنچ جائے گی۔ اب تم مجھے میرے ایک سوال کا جواب دو۔"

"پوچھیں۔" عنبر نے کہا۔

قولی خان بولا۔

"کیا تم مجھے وہ جادو سکھا سکتے ہو جس کی وجہ سے تم پر تلوار اثر نہیں کرتی؟"

عنبر مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"خان صرف یہی ایک بات ایسی ہے جو میں نہیں کر سکتا۔ یہ جادو میرے اندر قدرت نے خود بخود پیدا کر دیا ہے۔ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔"

قولی خان خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔

"آج شام میں تمہیں اپنے باپ چنگیز خان سے ملاؤں گا۔"

پھر طنز کے انداز میں ہنس کر بولا۔

"کیا تم چنگیز خان کو جانتے ہو؟"

عنبر نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں چنگیز خان کے بارے میں جتنا جانتا ہوں اتنا تم بھی نہیں جانتے۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے انجام سے بھی واقف ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تم جلد جنگ میں قتل کر دیئے جاؤ گے۔ مگر تاریخ کے آنے والے واقعات کے بارے میں تاریخ کے کسی بھی کردار سے بات کرنا اصول کے خلاف تھا۔ چنانچہ وہ خاموش رہا۔ قولی خان نے عنبر کی خوب خاطر مدارت کی اور اسے وہیں اپنے خیمے میں ہی رات کو رکھا۔

دوسرے روز وہ خود اپنے باپ چنگیز خان کے پاس گیا۔ اور جا کر عنبر کے بارے میں پوری تفصیل سے بات کی۔ چنگیز خان تلوار زانو پر رکھے تخت پر بیٹھا ایک ہاتھ سے مونچھیں مروڑتے ہوئے اپنی عقابی آنکھوں سے بڑے غور سے بیٹے کو دیکھ بھی رہا تھا اور غور سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ جب قولی خان سپہ سالار اپنی بات ختم کر چکا تو چنگیز خان بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اسے ہمارے دربار میں پیش کرو۔"

پھر کچھ سوچ کر چٹکی بجا کر کہنے لگا۔

"نہیں یہاں نہیں — اسے — ہمارے خاص خیمے میں بھیج دو۔ ہم وہاں جا کر اس کا انتظار کرتے ہیں۔"

قولی خان واپس چلا گیا اور پھر عنبر کو ساتھ لے کر چنگیز خان کے خیمہ خاص میں آگیا۔ عنبر نے اس سے پہلے بھی چنگیز خان کو دیکھا تھا مگر ایران میں دیکھا۔ اب وہ اسے بغداد میں دیکھ رہا تھا جہاں اس کی وحشت اور بربریت اپنے عروج پر تھی۔ چنگیز خاں کو دیکھ کر عنبر کے دل پر ایک بار پھر ہیبت سی چھا گئی۔ لیکن بہت جلد وہ اس ہیبت سے باہر نکل آیا۔ چنگیز خان نے عنبر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خیمے میں بالکل اکیلا تھا۔ عنبر قالین پر بیٹھ گیا۔ چنگیز خان نے تلوار نکال کر ہاتھ میں پکڑی۔ اسے تولا۔ پھر پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر وار کر دیا۔ شاید وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ عنبر کے بارے میں جو کچھ اس کے بیٹے قولی خان نے کہا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ عنبر بھی اس کے وار کو سمجھ گیا اور اپنی جگہ سے ذرا نہ ہلا۔

چنگیز خان کا تلوار کا وار چونکہ بھرپور اور بے حد طاقت ور تھا اس لیے عنبر کی چٹان سے بھی زیادہ سخت گردن سے ٹکرا کر اس کے چار ٹکڑے ہو گئے اور چنگیز خان کے ہاتھ میں صرف اس

کا دستہ رہ گیا۔ چنگیز خان جیسے سکتے میں آگیا۔ یہ وار اگر وہ پتھر پر کرتا تو اس کے بھی دو ٹکڑے ہو جاتے مگر عنبر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

چنگیز عنبر کے قریب آگیا۔ اس نے دستہ پھینک دیا۔ وہ عنبر کے سامنے قالین پر بیٹھ گیا۔ اور عقاب ایسی تیز چمکیلی نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہ جادو تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

عنبر مسکرایا۔

"خان اعظم! یہ وہ راز ہے جو میں کسی کو بھی نہیں سکھا سکتا اور نہ ہی بتا سکتا ہوں۔"

چنگیز خان خاموش ہو گیا۔ پھر اٹھ کر خیمے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ عنبر کے قریب آیا اور اس کی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"کیا تمہارے جادو کا راز اس انگوٹھی میں ہے؟"

عنبر نے انگوٹھی اتار کر سامنے قالین پر رکھ دی اور کہا۔

"خان اعظم! اب میری گردن پر دوسرا وار کرو۔"

چنگیز خان بھی ایک وحشی سپاہی تھا۔ اس نے خیمے میں لٹکی ہوئی دوسری تلوار کھینچ کر عنبر کی گردن پر دوسرا وار کیا۔ یہ تلوار بھی عنبر کی گردن سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ عنبر نے انگوٹھی اٹھا کر اپنی انگلی میں پہن لی۔ اور کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب تمہیں یقین آگیا ہو گا کہ میرا جادو کسی انگوٹھی میں نہیں بلکہ میرے جسم کے اندر ہے۔"
چنگیز خان عنبر کی طرف دیکھ کر بولا۔
"اگر تم مجھے یہ جادو سکھا دو تو میں ایک علاقے کا بادشاہ بنا دوں گا۔"
عنبر نے کہا۔
"خان اعظم! مجھے بادشاہ بننے کی کوئی خواہش نہیں۔ میں کئی بادشاہوں کا عبرتناک انجام دیکھ چکا ہوں۔ میں تمہارا بھی انجام دیکھ رہا ہوں۔"
چنگیز خان نے غصیلی آواز میں کہا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
عنبر کو محسوس ہوا کہ اسے ایک ایسی بات جو تاریخ کا راز ہو۔ نہیں کہنی چاہیئے تھی۔ فوراً بات بدل کر بولا۔
"میرا مطلب یہ ہے کہ سب بادشاہوں کا انجام آخر کار یہی ہوتا ہے کہ وہ مر جاتے ہیں۔ پھر ایسی دولت اور عزت و مرتبہ حاصل کرنے کا کیا فائدہ جسے ایک نہ ایک دن خاک میں مل جانا ہو گا۔"
چنگیز خان نے کہا۔
"کیا دنیا کی کوئی ایسی خواہش ہے جو تمہارے دل میں ہو اور جسے میں پورا کر دوں اور پھر اس کے عوض

تم مجھے اپنے جادو کا راز بتا دو۔"
عنبر نے کہا۔
"میں ایک شرط پر ایسا کر سکتا ہوں۔"
"وہ کیا شرط ہے؟ جلدی بتاؤ۔ میں اسے ضرور پورا کروں گا۔" چنگیز خان نے بے تابی سے کہا۔
عنبر بولا۔
"تمہاری فوج نے بغداد شہر کی جتنی عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو گرفتار کیا ہے ان سب کو رہا کر دیا جائے۔"
چنگیز خان مسکرایا۔
"بس یہی خواہش ہے تمہاری؟ اسے میں ابھی ایک حکم دے کر پورا کر دیتا ہوں۔"
اس نے تالی بجائی۔ سپہ سالار اندر داخل ہوا۔ چنگیز خان نے اسے حکم دے دیا کہ شہر کے تمام بچوں، بوڑھوں عورتوں کو رہا کر دیا جائے۔ سپہ سالار قولی خان نے سر جھکا کر کہا۔
"جو حکم خان اعظم!"
اور وہ تعجب سے اپنے باپ کو دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔ کیونکہ کسی میں اتنی ہمت اور کسی کو اتنی اجازت نہیں تھی کہ وہ چنگیز خان کے کسی بھی حکم کے بارے میں کوئی سوال کر سکے۔
چنگیز خان نے عنبر سے کہا۔
"میں ایک بہادر سپاہی ہوں اور دنیا کا فاتح ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری بات کا یقین کرو۔ تھوڑی ہی دیر بعد بغداد شہر کی ساری قیدی عورتیں، بوڑھے اور بچے رہا کر دیئے جائیں گے۔ اب تم مجھے اپنے جادو کا راز بتاؤ"

عنبر نے اپنی انگوٹھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میرے جادو کا راز اس انگوٹھی میں ہے"

چنگیز خان بولا۔

"مگر تمہارے اندر تو اس انگوٹھی کے بغیر بھی جادو موجود تھا"

عنبر نے کہا۔

"یہ انگوٹھی تمہیں میرے ساتھ اس پہاڑی غار میں پہنچا دے گی جہاں جادو کا ایک چشمہ بہتا ہے۔ تمہیں اس چشمے میں نہانا ہوگا۔ نہانے کے بعد تمہارا جسم بھی میری طرح ہو جائے گا۔ اور تم پر کسی تیر تلوار خنجر اور نیزے کے وار کا اثر نہیں ہوگا"

چنگیز خان خوش ہو کر انگوٹھی کو غور سے دیکھنے لگا۔

"تو پھر مجھے اس انگوٹھی کے ذریعے اس پہاڑی غار کے چشمے پر لے چلو"

عنبر نے کہا۔

"ایسا صرف چاندنی رات میں ہی ہو سکتا ہے"

چنگیز خان بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں رات کا انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ ابھی راتیں چاندنی ہوتی ہیں"

عنبر نے کہا۔

"ہاں خان اعظم! ہمیں رات کا انتظار کرنا ہوگا"

پھر عنبر نے چنگیز خان سے کہا۔

"ایک بات سے میں تمہیں پہلے ہی خبردار کر دینا چاہتا ہوں"

"وہ کیا ہے؟" چنگیز خان نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"وہ یہ ہے کہ یہ انگوٹھی میرا حکم ضرور مانتی ہے مگر کبھی کبھی یہ اپنی مرضی سے بھی کسی دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے۔ پھر وہیں چل کر جادوئی چشمے کے غار تک جانا ہوگا"

چنگیز خان نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اس انگوٹھی کو میرا حکم ماننا پڑے گا۔ میں چنگیز خان ہوں۔ جہاں میں حکم دوں گا یہ وہیں پہنچائے گی"

عنبر نے کہا۔

"خان اعظم! میں نے تمہیں اس انگوٹھی کے خطرناک پہلو سے آگاہ کر دیا ہے۔ بعد میں مجھے کچھ نہ کہنا"

چنگیز خان نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں یہ خلعت قبول کرتا ہوں۔ اگر ہم کسی دوسری جگہ پر بھی پہنچ گئے تو وہاں سے چل کر جادوئی چشمے کے غار تک پہنچ جائیں گے۔"

عنبر بولا۔

"ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کرو۔ تمہیں اجازت ہے۔" چنگیز خان نے کہا۔

عنبر بولا۔

"ہم آج رات جادوئی سفر پر جا رہے ہیں۔ اس کا ذکر آپ ہرگز ہرگز کسی سے نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر آپ نے اس کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے کر دیا تو یہ انگوٹھی ہمیں نہیں لے جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم کسی سے ذکر نہیں کریں گے۔ اب تم میرے دوسرے خیمے میں جاؤ۔ جب رات کو چاند نکل آئے گا تو میں تمہیں بلا لوں گا۔"

عنبر اٹھ کر باہر نکل گیا۔ سپہ سالار قولی خان نے چنگیز خان کے حکم سے عنبر کو ساتھ والے خوب صورت خیمے میں بٹھا دیا اور کھانے پینے کی ہر چیز آگے رکھ دی اور اس سے پوچھا کہ چنگیز خان سے کیا باتیں ہوئیں۔ عنبر نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔"

قولی خان نے آگے سوال نہ کیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس

کے اور اس کے باپ کے درمیان جو باتیں بھی ہوئی ہیں چنگیز خان نے عنبر کو منع کر دیا ہوگا۔ کہ اس کا کسی سے ذکر نہ ہو۔ وہ خیمے سے نکل گیا۔ عنبر اکیلا رہ گیا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا۔ اصل میں چنگیز خان کے ساتھ اس نے ایک دلچسپ مذاق کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ اس کی جادوئی انگوٹھی ان دونوں کو لے کر اپنے منظر میں پہنچا دے گی۔ وہ چنگیز خان کو ایک حیرت انگیز تجربہ کروانا چاہتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ انگوٹھی میں جس ملک کا بھی نقشہ آ گیا وہ خان اعظم کو ساتھ لے کر اس میں داخل ہو جائے گا اور پھر اس کا تماشہ دیکھے گا۔ اس لیے اس نے اسے کسی دوسری جگہ پہنچ جانے کے خطرے سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ اب انگوٹھی انہیں لے کر چاہے جس ملک میں، جس دور میں، جس زمانے میں بھی پہنچ گئی چنگیز خان کوئی اعتراض نہیں کر سکے گا۔

ادھر عنبر اور ادھر چنگیز خان بے چینی سے چاندنی رات کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر دن ڈوب گیا۔ سورج غروب ہو گیا۔ بغداد شہر پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔ تھوڑی دیر بعد چاند نکل آیا اور اس کی چاندنی شہر کے گنبدوں اور میناروں کو منور کرنے لگی۔ جب چاند خوب چمکنے لگا تو چنگیز خان نے عنبر کو اپنے خیمے میں بلوایا۔ وہ عنبر کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے زرہ بکتر پہنا ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ سر پہ گینڈے کے سینگوں والا خود پہن رکھا تھا۔ کمر کے ساتھ تلوار لٹک رہی تھی۔ اس نے عنبر سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عنبر! کیا تم تیار ہو مجھے جادوئی چشمے پر اپنے ساتھ لے جانے کے لیے؟"

عنبر نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔ لیکن میں اس خطرے سے ایک بار پھر آپ کو خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے انگوٹھی کا جادو ہمیں ہماری منزل سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور پہنچا دے۔"

چنگیز خان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ اور بار بار تم مجھ سے خطرے کا ذکر نہ کرو۔ خطروں سے کھیلنا ہی میرا کام ہے۔ میرے ساتھ شاہی محل کی چھت پر چلو۔ ہم وہاں سے اپنا سفر شروع کریں گے۔"

چنگیز خان نے عنبر کو ساتھ لیا۔ نیچے سے نکل کر وہ الگ الگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شاہی محل کی طرف گھوڑے ڈال دیئے۔ شاہی محل وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ بہت جلد وہ شاہی محل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ چنگیز خان کو دیکھ کر پہرے دار سجدے میں گر گئے۔ دروازے کھلتے چلے گئے اور وہ دونوں شاہی محل کی چھت پر آ گئے۔

چنگیز خان لاہور میں

محل کی چھت پر چاندنی کھلی ہوئی تھی۔

چنگیز خان نے عنبر سے کہا۔

"عنبر جادو گر اپنی کاروائی شروع کرو۔"

عنبر نے کہا۔

"خان اعظم! کیا تم نے اپنی جیب میں کچھ سونے کی اشرفیاں رکھ لیں ہیں جو ہمیں آگے سفر میں کام آئیں گی؟"

چنگیز خان بولا۔

"ہاں۔ فکر نہ کرو۔ میری جیب میں اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی ہے۔"

عنبر نے چنگیز خان کو اپنے بالکل ساتھ کھڑا کر لیا اور پھر انگوٹھی رگڑنے سے پہلے بولا۔

"میرا ہاتھ پکڑ لو خان اعظم۔"

عنبر نے انگوٹھی کو زور سے رگڑا اور دعا کی کہ اے خدا ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں کو کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں ہماری بھلائی ہو۔ چنگیز خان نے عنبر کے ہاتھ میں ہاتھ دے رکھا تھا۔ عنبر نے انگوٹھی کے نگینے میں دیکھا تو کسی ماڈرن شہر کی سڑک تھی جس کی بائیں طرف ایک پارک بنا ہوا تھا۔ پارک میں کچھ نوجوان والی بال کھیل رہے تھے۔ عنبر سمجھ گیا یہ لاہور ہے۔ ۱۹۸۳ کا لاہور ہے۔ مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ان دونوں کو اب اسی شہر میں جانا تھا۔ چنگیز خان نے کہا۔

"میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں عنبر! میں انہیں نہیں کھول سکتا۔"

عنبر نے کہا۔

"میری بھی آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

پھر ان دونوں کو جھٹکا لگا اور وہ ہوا میں اُچھل کر تیرنے لگے۔ اس کے بعد ان کے پاؤں زمین پر آکر لگ گئے۔ چنگیز خان نے آنکھیں کھول کر ارد گرد حیرانی سے دیکھا۔ وہ ایک عجیب و غریب دنیا میں آگیا تھا۔ جہاں لوگ کوٹ پتلون پہنے پھر رہے تھے۔ دو منزلہ بس چل رہی تھی۔ سڑک پر کاریں دوڑ رہی تھیں۔ عنبر نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ وہ لاہور کے باغ جناح کو پہچان گیا۔ وہ باغِ جناح کے لارنس روڈ والے پارک میں تھے۔ چنگیز خان نے حیران ہو کر پوچھا۔

عنبر! یہ ہم کس دنیا میں آ گئے ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"خان اعظم! میں نے آپ سے کہا تھا کہ انگوٹھی کبھی کبھی اپنی مرضی سے کسی دنیا میں پہنچا دیتی ہے۔ اس نے ہمیں تمہارے زمانے سے آٹھ سو سال آگے کے زمانے میں پہنچا دیا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو عنبر؟" چنگیز خان نے حیرانی سے کہا۔

عنبر نے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں خان اعظم! تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ یہ ۱۹۸۳ عیسوی سن کا زمانہ ہے اور یہ پاکستان کا مشہور شہر لاہور ہے۔"

اب کچھ لوگ ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور چنگیز خان کے لباس کو دلچسپی سے تکنے لگے۔ ایک لڑکے نے عنبر سے پوچھا۔

"کیا آج یہاں کسی فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے؟"

چنگیز خان نے عنبر سے پوچھا۔

"یہ کس زبان میں بات کر رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ اردو زبان میں بات کر رہا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چنگیز خان نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ کہہ رہا ہے کہ خان اعظم کا ہمارے ملک میں آنا مبارک ہو۔"

چنگیز خان مسکرایا اور بولا۔

"انہیں کہو کہ ہم تمہارے بادشاہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اسے بتاؤ کہ خان اعظم تمہارے ملک میں آیا ہے۔ دس گھوڑوں کی سواری بھیجے"

عنبر نے لڑکے سے کہا۔

"ہاں بھائی! آج ایک فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے جس کا نام 'چنگیز خان کا پھوپھا' ہے"

دوسرا لڑکا ہنسنے لگا۔

"جناب یہ جو آدمی کاسٹیوم پہنے بیٹھا ہے یہ چنگیز خان ہے کہ اس کا پھوپھا ہے؟"

چنگیز خان نے لڑکے کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔

"ضرور یہ ہماری تعریف کر رہا ہوگا"

عنبر نے کہا۔

"ہاں خان اعظم! یہ کہہ رہا ہے کہ چنگیز خان بہت بہادر

بادشاہ تھا اور ہم اس کی دعوت کرنا چاہتے ہیں"

چنگیز خان ہنس کر کہنے لگا۔

"اسے کہو کہ ما بدولت ضرور دعوت پر آئیں گے۔ کب ہوگی یہ دعوت؟"

اتنے میں اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور عنبر نے ان سب کو یہی کہا کہ فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے۔ ایک لڑکے نے کہا۔

"سر! یہ جو چنگیز خان کی وردی پہنے بیٹھا ہے یہ اردو یا پنجابی میں بات کیوں نہیں کرتا؟"

چنگیز خان نے عنبر سے پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ کہہ رہا ہے کہ ہم چنگیز خان کا بہت بڑا جلوس نکالیں گے"

چنگیز خان مسکرایا اور مونچھوں پر تاؤ دے کر بولا۔

"اسے کہو کہ اپنے ملک کے بادشاہ سے کہو کہ ہمارے جلوس کے لیے ایک سو اونٹ دو سو ہاتھی ایک سو شیر لائے"

عنبر نے لوگوں سے کہا۔

"بھائیو! یہاں جھگڑا نہ بناؤ۔ اس چنگیز خان کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھوپھا کو دیکھتے جاؤ اور چلتے جاؤ۔"

اتنے میں ایک سپاہی وہاں آگیا۔

"اوئے یہاں کیا شور مچا رکھا ہے تم نے؟ یہ کون ہے اوئے۔ مجھے تو کوئی بینڈ ماسٹر لگتا ہے۔"

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"سنتری بادشاہ! یہ ایکٹر ہے۔ ہماری ایک فلم کی یہاں شوٹنگ ہونے والی ہے۔ ہم کیمرہ مین کا انتظار کر رہے ہیں۔"

سپاہی بولا۔

"اوئے تم نے شوٹنگ کی اجازت لی تھی؟ کہاں ہے اجازت نامہ؟"

چنگیز خان نے کہا۔

"یہ کون ہے عنبر اور کیا کہہ رہا ہے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"خان اعظم! یہ یہاں کا سرکاری شاعر ہے اور آپ کی شان میں قصیدہ یعنی شعر پڑھ رہا ہے۔"

"اس نے ہمیں نذر کیوں نہیں دی۔"

چنگیز خان نے غصے سے کہا اور تلوار نکال لی۔ سنتری نے شور مچا دیا۔

"یہ مجھ پر حملہ کر رہا ہے۔ میں اسے گرفتار کروں گا۔"

چنگیز خان نے گرج کر کہا۔

"عنبر! کیا یہ شاعر معافی مانگ رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"ہاں خان اعظم یہ معافی مانگتا ہے۔"

چنگیز خان نے تلوار نیام میں ڈال کر کہا۔

"ہم اسے معاف کرتے ہیں۔ نہیں تو ابھی اس کا سر قلم کر دیتے۔"

عنبر نے سپاہی کو ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"بھائی! معاف کر دیں۔ یہ ایکٹر پاگل ہے۔"

"اوئے پاگل ہے تو اسے یہاں کیوں لائے ہو؟"

عنبر نے چنگیز خان کو ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

خانِ اعظم! جلدی کریں چلیں اس ملک کا بادشاہ شاہی محل میں آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

اور وہ اسے لے کر لارنس باغ سے باہر جانے والی سڑک پر آگیا۔ لڑکے ان کے پیچھے لگ گئے اور مذاق اڑانے لگے۔

"چنگیز خان کا پھوپھا۔ ہائے ہائے۔ چنگیز خان کا ماما ہائے ہائے۔"

چنگیز خان نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"جناب یہ کہہ رہے ہیں کہ چنگیز خاں ہزار سال جیئے۔ چنگیز خان دس ہزار سال جیئے"

چنگیز خان بولا۔

"اچھی بات ہے ہم خوش ہوئے"

عنبر نے جلدی سے ایک ٹیکسی رکوائی۔ اس میں چنگیز خان کو بیٹھنے کے لیے کہا، وہ حیران ہو کر بولا۔

"یہ کیا چیز ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"خان اعظم! بیٹھو۔ دیر ہو رہی ہے۔ یہ سواری ہے تمہارے لیے آئی ہے"

چنگیز خان بڑی مشکل سے سمٹ سمٹا کر ٹیکسی کے اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"جناب! اس ایکٹر صاحب نے جو لبادہ پہن رکھا ہے اس سے میری سیٹ کی گدی پھٹ گئی تو پیسے چارج کر لوں گا"

عنبر نے کہا۔

"تمہیں پیسے دے دیں گے بھائی چلو"

ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

"شاہ نور سٹوڈیو چلوگے؟"

وہ بھی یہی سمجھا کہ یہ کوئی ایکٹر ہے جو شوٹنگ کرنے جا رہا ہے عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ وہیں چلو"

وہ چاہتا تھا کہ جیسے بھی ہو وہاں سے نکلو جائے۔ ٹیکسی روانہ ہوئی تو چنگیز خان کو جلے ہوئے پٹرول کی بُو آئی۔ کہنے لگا۔

"عنبر! یہ کیسی بدبو پھیل رہی ہے یہاں؟"

عنبر نے کہا۔

"خان اعظم! ذرا چلے گی تو ٹھیک ہو جائے گی"

ٹیکسی چوک میں آئی تو عنبر نے اسے کہا۔

"گارڈن ٹاؤن کی طرف چلو"

اس نے سوچا کہ وہ خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ چنگیز خان کو امجد کی کوٹھی پر لے جایا جائے۔ ٹیکسی گارڈن ٹاؤن کی طرف مڑ گئی۔ چنگیز خان راستے میں بسوں، سکوٹروں اور رکشوں کو دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"یہ کیا چیزیں ہیں بغیر گھوڑوں کے بھاگ رہی ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

خان اعظم! ۱۹۸۴ کا ماڈرن زمانہ ہے دنیا بڑی ترقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر گئی ہے۔ یہ تمام سواریاں مشین کی مدد سے چل رہی ہیں۔"

"مشین؟ کیا ہوتی ہے؟" چنگیز خان نے پوچھا۔

عنبر اب اسے کیا بتاتا کہ مشین کیا ہوتی ہے۔ چنگیز خان بہت چوکنا ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے اپنا لوہے کا زرہ بکتر نہیں سنبھالا جا رہا ہے۔ ٹیکسی میں دھچکے لگتے تو چیخ اٹھتا۔

"میں اس بادشاہ کا سر قلم کر دوں گا جس نے ہمارے لیے ایسی سواری بھیجی ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"خانِ اعظم! یہاں ایسی ہی سواری پر بادشاہ بیٹھتے ہیں۔"

چنگیز نے چلا کر کہا۔

"میں اس ملک کے بادشاہ کا سر قلم کر دوں گا۔"

یہ ٹیکسی ڈرائیور نے گردن گھما کر کہا۔

"بھاجی! یہ ایکٹر کون سی زبان بول رہا ہے؟"

عنبر نے بڑی مشکل سے چنگیز خان کو خاموش کرایا۔ ٹیکسی امجد کی کوٹھی کے باہر کھڑی ہو گئی۔ چنگیز خان بڑی مشکل سے باہر نکلا اور کوٹھی کو دیکھ کر بولا۔

"کیا یہ ہے بادشاہ کا محل؟ ایسے ہوتے ہیں یہاں

کے بادشاہ کے محل؟ اس سے اچھے مکان میں تو میرے جانور رہتے ہیں۔"

ٹیکسی والے کو کرایہ دینے کے لیے عنبر نے چنگیز خان سے کہا۔

"خانِ اعظم! ایک اشرفی ادھار ہی دے دو۔ اس ٹیکسی والے کو دینی ہے۔"

"کیا کہا؟ بادشاہ نے سواری بھیجی ہے اور یہ آدمی کرایہ مانگ رہا ہے۔ میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔"

چنگیز خان نے تلوار نکال لی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"معاف کر دو جناب! میں کچھ نہیں مانگتا۔"

اور وہ ٹیکسی سٹارٹ کر کے وہاں سے تیزی کے ساتھ بھاگ گیا۔ کوٹھی میں سے امجد اور اس کا والد باہر آ گئے۔ انھوں نے عنبر سے ہاتھ ملایا۔ امجد نے پوچھا۔

"انکل! یہ کون سا ایکٹر ہے۔ کیا آج یہاں کسی کاسٹیوم فلم کی شوٹنگ ہے؟"

چنگیز خان نے پوچھا۔

"یہ لڑکا کیا کہہ رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے۔"

"اور اس کے ساتھ جو آدمی کھڑا ہے یہ خاموش کیوں ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خان اعظم! یہ بھی سلام عرض کر چکا ہے۔"

"مگر انہوں نے جھک کر سلام کیوں نہیں کیا؟"

"خان اعظم! یہاں کا یہی رواج ہے۔"

چنگیز خاں دھاڑا۔

"میں اس ملک کے ہر آدمی کا سر قلم کر دوں گا میں یہاں نہیں رہوں گا۔ چلو۔ جادو کے چشمے کی طرف سفر شروع کرو۔"

عنبر نے چنگیز خاں کے ساتھ شرارت کرنے کا سوچا تھا اور اب اس کی اپنی درگت بن رہی تھی۔ امجد کے والد نے کہا۔

"عنبر یہ کون آدمی ہے؟ یہ کون سی زبان بول رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"جناب میں کیا عرض کروں آپ یقین نہیں کریں گے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص جس کو آپ ایکٹر سمجھ رہے ہیں۔ اصلی چنگیز خان ہے اور ابھی ابھی چند آدمیوں قتل عام کرنے کے بعد میرے ساتھ یہاں لاہور میں آیا ہے۔"

امجد کو تو یقین آگیا کہ وہ سچ مچ چنگیز خان تھا مگر اس کا والد ہنسنے لگا۔

"عنبر! کم از کم مجھ سے تو مذاق نہ کرو۔ اپنے اس ایکٹر دوست کو ڈریسنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں تمہارے

لیے چائے بھجواتا ہوں۔"

عنبر بڑی مشکل سے راضی کر کے چنگیز خان کو ڈریسنگ روم میں لے گیا۔ چنگیز خان نے صوفوں کو دیکھ کر کہا۔

"کیا یہ جانوروں کے بیٹھنے کے بنے ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"نہیں خان اعظم! اس پر آدمی بیٹھتے ہیں۔"

چنگیز بولا۔

"میں ان پر نہیں بیٹھ سکتا۔ میں قالین پر بیٹھوں گا۔"

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ فرش پر ایک قیمتی ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔ امجد نے آہستہ سے کہا۔

"انکل عنبر! یہ آپ کے ساتھ کیسے آگیا؟"

عنبر نے کہا۔

"بس کچھ نہ پوچھو۔ انگوٹھی کی مدد سے آیا ہے۔ میں نے کچھ اور سوچا تھا مگر یہاں معاملہ الٹ گیا ہے۔ میں خود مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے تو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ اس شخص کو گردنیں اڑانے کی عادت پڑ گئی ہے یہاں بھی کسی گردن نہ اڑا دے۔"

چنگیز خان دیوار پر لگی تصویروں کو تک رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"یہ لڑکا تمہارا غلام ہے کیا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا۔

"ہاں خان اعظم!"

"تو پھر یہ تمہارے ساتھ کیوں بیٹھا ہے؟"

اور چنگیز خان نے تلوار نکال لی۔ عنبر جلدی سے اٹھ کر خان اعظم کے سامنے آ گیا۔

"خان اعظم! تلوار نیام میں رکھو۔ اگر تم بار بار تلوار نکالو تو پھر جادو کے چشمے کا اثر ضائع ہو جائے گا۔"

چنگیز خان نے تلوار نیام میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

چھت کے ساتھ پنکھا لگا تھا۔ چنگیز خان نے پوچھا۔

"یہ چھت کے ساتھ کیا لگا ہے۔ یہ پیچھے گر پڑے گا۔"

عنبر نے امجد سے کہا۔

"امجد! دیکھا میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔"

اتنے میں نوکر چائے اور کیک لے کر آ گیا۔ اس نے بڑے میز پر رکھا تو چنگیز خان نے اپنے گلے کا قیمتی ہار اتار کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

"اے غلام! یہ تمہارا انعام ہے۔"

امجد کے حساب سے وہ موتیوں کا ہار آج کے زمانے میں کم از کم بیس لاکھ روپے کا تھا۔ امجد ہار اسے واپس کرنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ عنبر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"خدا کے لیے ہار واپس نہ کرنا۔ چنگیز خان تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ اس کی توہین ہو گئی۔"

چنگیز خان نے پوچھا۔

"عنبر! تم نے ہمارا نام کیوں لیا ہے؟"

عنبر نے کہا

"خان اعظم میں اسے کہہ رہا تھا کہ چنگیز خان کا اس شہر میں آنا اس ملک اور شہر کی خوش قسمتی ہے۔"

چنگیز نے دھاڑ مار کر کہا۔

"مگر یہاں کا بادشاہ کہاں ہے؟"

اب اسے کیا بتاتا کہ ۱۹۸۳ کے زمانے کے لاہور میں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ اور بادشاہوں کا زمانہ گزر گیا۔ اس نے کہا۔

"خان اعظم! بادشاہ سلامت محل میں ہیں۔"

"تو پھر یہاں کیا کر رہے ہیں ہم۔ اٹھو۔ بادشاہ ہمیں لینے نہیں آیا۔ ہم ابھی جا کر اس کی گردن اڑا دیں گے۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔ چنگیز خان تلوار لہراتا باہر چل گیا۔ امجد اور اس کا والد ڈرے کہ یہ شخص پاگل تو نہیں ہو گیا۔ امجد کے والد نے کہا۔

"عنبر! تمہارے ایکٹر دوست کو کیا ہو گیا ہے؟"

عنبر بولا۔

"جناب یہ شوٹنگ کے سین کی ریہرسل کر رہا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے آہستہ سے امجد سے کہا۔

"میں اسے یہاں سے لے جا رہا ہوں۔"

اور وہ چنگیز خان کو ایک طرف لے کر چل پڑا۔ چنگیز خان بولا

"سواری کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"جل تو جلال تو ــــ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں میں۔"

"کیا کہا تم نے؟" چنگیز خان نے گرج کر کہا۔

عنبر جلدی سے بولا۔

"کچھ نہیں خان اعظم! کچھ نہیں۔"

"مگر تم ابھی ابھی کچھ کہہ رہے تھے۔ یہ کون سی زبان تھی؟"

عنبر بولا۔

"خان اعظم! وہ سواری آ رہی ہے۔"

عنبر نے ایک رکشا والے کو ہاتھ دیا۔ رکشا کھڑا ہو گیا۔

چنگیز خان بولا۔

"یہ کیا ڈبہ سا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"اس سواری کا بچہ ہے جس میں آپ پہلے بیٹھے تھے۔ اب اس میں بیٹھ جائیے تاکہ ہم بادشاہ کے محل پر پہنچ جائیں۔"

چنگیز خان رکشا کو، رکشا ڈرائیور کو اور رکشا ڈرائیور چنگیز خان

کو حیرانی سے تکنے لگا۔ اس نے عنبر سے کہا۔

"جناب عالی! شوٹنگ کہاں ہو رہی ہے آج؟"

عنبر نے کہا۔

"بھائی جس طرح سے بھی ہو سکے ہمیں مقبرہ جہانگیر پر لے چلو۔"

"اس ایکٹر کو بٹھائیں تو سہی۔" ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

چنگیز خان بڑی مشکل سے دوہرا تہرا ہو کر رکشے میں فٹ ہو گیا۔ اب وہاں عنبر کے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ ڈرائیور نے کہا

"جناب عالی! آپ میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ مگر پولیس کو دیکھ کر فوراً اتر جائیں۔"

"اچھا بابا۔"

عنبر رکشا ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا اور رکشا ایک خوفناک چیخ مار کر اٹھ دوڑا۔ وہ اس قدر اچھل رہا تھا اور اس قدر شور مچاتا ہوا دوڑا جا رہا تھا کہ چنگیز خان کا پیچھے بیٹھے بیٹھے برا حال ہو رہا تھا۔ اس کا لوہے کا زرہ بکتر آپس میں ٹکرا ٹکرا کر الگ شور پیدا کر رہا تھا۔ کبھی اس کا خود رکشے کی چھت سے ٹکرا جاتا کبھی اس کے گھٹنے آگے جا کر زور سے لگتے۔ چنگیز خان چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا۔ مگر رکشے کا شور اس قدر زیادہ تھا کہ چنگیز خان کی آواز بالکل سنائی نہیں دے رہی تھی۔ رکشا راوی روڈ پر آیا تو وہ ایک جگہ سڑک پر اتنی زور سے اچھلا کہ چنگیز خان کا لوہے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود کا گینڈے کے سینگوں والا سر رکشے کی چھت پھاڑ کر باہر نکل آیا۔

چنگیز خان نے ایک وسہاڑ ماری اور رکشے کی باقی بچی ہوئی چھت کو پھاڑ ڈالا۔ ڈرائیور نے فوراً رکشا روک لیا۔ چنگیز خان چھلانگ مار کر "تلوار چلاتا رکشے سے باہر نکل آیا اور "تلوار کے ایک ہی وار سے رکشے کی پچھلی سیٹ کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ رکشا ڈرائیور سمجھا کہ سواری پاگل ہو گئی ہے۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ عنبر چنگیز خان کو سنبھالنے لگا مگر وہ اس کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ وہاں کہرام مچ گیا۔ لوگ بھاگ کر دکانوں اور مکانوں میں گھس گئے۔ چنگیز خان اصلی "تلوار چلا رہا تھا۔

فوراً وہاں پولیس آ گئی۔ چنگیز خان ایک سپاہی کی گردن اڑانے ہی والا تھا کہ دوسرے سپاہی نے پستول سے فائر کر دیا گولی چنگیز خان کے ہاتھ پر لگی اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر چنگیز خان کو دبوچ لیا۔

پولیس چنگیز خان کو ہتھکڑیاں ڈال کر تھانے لے گئی۔ دس آدمیوں نے چنگیز خان کو قابو کر رکھا تھا۔ چنگیز خان نے تھانے میں شور مچا دیا۔ عنبر تھانے کے دروازے میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ چنگیز خان چلا رہا تھا۔

"میں خاقان اعظم! منگول اعظم! خونخوار چنگیز خان ہوں میں تم سب کی گردنیں قلم کر دوں گا۔ میں نے بغداد میں اپنے ہاتھوں

سے ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ تم کون ہوتے ہو مجھے پکڑنے والے۔ مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت بغداد کا خلیفہ نہیں کر سکا۔ میری دہشت سے دنیا کا بچہ بچہ کانپتا ہے۔"

تھانیدار نے کہا۔

"اس پاگل کو حوالات میں بند کر دو۔ خدا جانے کس زبان میں بک بک کر رہا ہے۔ اور تم اس کو کہاں سے پکڑ لائے ہو؟"

سپاہی نے کہا۔

"سر! یہ لوگوں کا قتل عام کرنے لگا تھا۔"

"تو اسے پاگل خانے کیوں نہیں لے گئے؟ اچھا اسے حوالات میں بند کر دو۔ صبح اسے پاگل خانے پہنچائیں گے وہاں ساری چلت پھرت بھول جائے گا یہ ــــــ"

سات آدمیوں نے پکڑ کر چنگیز خان کو حوالات میں بند کر کے لگا دیا۔ چنگیز خان حوالات کی سلاخوں کو ہلا ہلا کر گرجنے لگا۔

"کہاں ہے عنبر! میں اس کی بھی گردن اڑا دوں گا۔"

عنبر تھانے کے باہر دیوار کے ساتھ لگا یہ سب کچھ سن رہا تھا دل میں سوچ رہا تھا کہ چنگیز خان کو لاہور میں لا کر اس نے حماقت کی ہے۔ سوال یہ تھا کہ وہ اب اسے کیسے واپس لے جائے؟ واپس لے جانے کے لیے چاندنی رات اور ان دونوں کا ہونا بہت ضروری تھا۔ عنبر نے سن لیا تھا کہ تھانیدار چنگیز خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو کل لاہور کے پاگل خانے پہنچانے والا ہے۔ اس نے سوچا کہ وہ چاندنی رات میں پاگل خانے میں چنگیز خان سے جا کر ملاقات کرے گا۔ اور پھر وہاں سے اسے لے اڑے گا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چنگیز خان کے گلے میں جو موتیوں کا قیمتی ہار تھا اور اس کے پاس اشرفیوں کی جو تھیلی تھی وہ امجد کے گھر میں ہی رہ گئی تھی نہیں تو پولیس والے اسے ایک سیکنڈ میں ہڑپ کر لیتے۔ ہار چنگیز خان نے نوکر کو دے دیا تھا جو امجد کے والد نے عنبر کے دوست کی امانت سمجھ کر رکھ لیا تھا اور اشرفیوں کی تھیلی جاتے ہوئے عنبر نے خود امجد کے حوالے کر دی تھی۔

عنبر واپس امجد کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔

دوسرے روز چنگیز خان کو رسیوں میں جکڑ کر پولیس کی وین میں گھسیٹ کر پاگل خانے پہنچا دیا گیا۔ چنگیز خان کا بُرا حال ہو رہا تھا۔

"میں چنگیز خان ہوں۔ خاقان اعظم ہوں۔ تم کون ہو؟ میں تمہاری گردنیں قلم کر دوں گا۔ میں چنگیز خان ہوں۔"

پاگل خانے کے ڈاکٹر نے کہا۔

"فکر نہ کرو یہاں پاگل خانے میں تمہیں کئی چنگیز خان ملیں گے۔"

دوسرا ڈاکٹر ہنس کر بولا۔

"یہاں دو سکندر اعظم بھی ہیں۔ ان سے گپ شپ کرنا۔ تمہارا جی لگا رہے گا۔"

پاگل خانے کے سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

"اوئے چنگیز خان کی اولاد نے یہ جو لوہے کی وردی پہن رکھی ہے اس کو تو توڑو کلہاڑے مار کر۔ اسے ٹیکہ لگے گا۔"

بڑی مشکل سے ان سب سے مل کر چنگیز خان کا زرہ بکتر بازو پر سے کاٹا اور ڈاکٹر ٹیکہ لے کر آگے بڑھا۔ چنگیز خان نے ہزاروں کی گردنیں اڑائی تھیں مگر جب اس نے ایک ڈاکٹر کو دیکھا کہ اس کے بازو میں سوئی چبھونے والا ہے تو چیخ مار کر بولا۔

"مجھے سوئی نہ چبھونا۔ مجھے ٹیکہ نہ لگانا۔"

مگر اتنی دیر میں ڈاکٹر چنگیز خان کو سلانے والی دوائی کا ٹیکہ لگا چکا تھا۔ چنگیز خان کو نیند آنے لگی۔ اس کے پپوٹے بھاری ہوتے گئے اور جب پاگل خانے کے ملازموں نے اس کا زرہ بکتر اتار کر اسے سلاخوں والے دروازے کے تنگ سے کمرے میں بند کیا تو وہ سو چکا تھا اور زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔

عنبر نے وہ رات امجد کے بنگلے پر گزاری۔ امجد کے والد نے عنبر سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا یہ سچ مچ چنگیز خان تھا عنبر؟ کیونکہ اس کی سونے کی اشرفیاں اور موتیوں کا ہار بالکل اصلی ہے اور اس کا تعلق چنگیز خان کے زمانے سے ہی ہے"

عنبر نے کہا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال چنگیز خان اصلی ہو یا نہ ہو۔ مگر اس کا ہار اور سونے کی اشرفیاں ضرور اصلی ہیں"

امجد کے والد نے کہا۔

"تو پھر یہ اشرفیاں اور موتیوں کا ہار ہمیں حکومتِ پاکستان کو دے دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ محکمہ آثار قدیمہ پاکستان کی ملکیت ہے"

عنبر کہنے لگا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے یہ چیزیں آپ حکومتِ پاکستان کے حوالے کر دیں اور کہیں کہ ہمیں ایک کھیت میں پڑی ہوئی ملی ہیں"

امجد کے باپ نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا"

والد کے جانے کے بعد امجد نے عنبر سے کہا۔

"انکل چنگیز خان کو کہاں پر چھوڑ آئے ہیں؟"

عنبر نے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔

"بس کچھ نہ پوچھو۔ اس وقت چنگیز خان لاہور کے پاگل

خانے میں بیٹھا ہوا ہے"

"ہائیں! پاگل خانے میں؟" امجد نے حیرت سے کہا۔

عنبر نے کہا۔

"غور کرو۔ اگر اصلی سکندر اعظم بھی تمہارے آج کے ماڈرن لاہور میں آ جائے تو اس کی جگہ سوائے پاگل خانے کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ میں سکندر اعظم ہوں اور لوگ کہیں گے کہ یہ پاگل ہے اور پولیس اسے پاگل خانے پہنچا دے گی۔ یہی کچھ اصلی چنگیز خان کے ساتھ ہوا۔"

امجد نے پوچھا۔

"انکل کیا اب وہ پاگل خانے میں ہی رہے گا؟"

عنبر بولا۔

"نہیں میں اسے وہاں نہیں رہنے دوں گا۔ کیونکہ وہ پاگل نہیں ہے اصلی چنگیز خان ہے۔ میں نے آج رات جب چاند نکلے گا وہاں سے اڑا لے جانے کا پروگرام بنایا ہے"

امجد کہنے لگا۔

"رات کو تو پاگل خانے میں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں ہوتی"

عنبر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن ایک پاگل آدمی رات کو بھی پاگل خانے میں جا سکتا ہے۔"

امجد نے چونک کر پوچھا

"کیا مطلب ہے آپ کا انکل؟"

عنبر نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا

"میں خود آج رات کو پاگل بن کر پاگل خانے میں جاؤں گا۔"

امجد نے کہا۔

"لیکن انکل — کیا آپ پاگل بن جائیں گے؟"

"ہاں" عنبر بولا۔

"چنگیز خان کو پاگل خانے سے نکالنے کے لیے میرا پاگل بننا بہت ضروری ہے — اب تم جا کر آرام کرو۔ چاند تھوڑی دیر میں نکلنے والا ہے۔ چاند کے نکلتے ہی میں چلا جاؤں گا۔ اور ہاں فکر نہ کرو میں تمہارے گھر سے پاگل بن کر نہیں نکلوں گا۔ بلکہ پاگل خانے کے قریب جا کر پاگل بن جاؤں گا۔"

امجد نے اداس سا ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے پھر ملاقات نہیں ہوگی۔"

عنبر مسکرایا۔

"فکر نہ کرو امجد! ہمارا سفر بڑا طویل ہے۔ کبھی نہ کبھی

کسی نہ کسی جگہ تم سے ملاقات ہوتی ہی رہے گی۔

اب تم جا کر سو جاؤ۔ شب بخیر!"

امجد نے آہستہ سے کہا۔

"خدا حافظ انکل"

اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ عنبر کو بھی امجد سے بڑا پیار ہو گیا تھا۔ وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے اداس ہو گیا۔ لیکن چنگیز خان کے خیال نے اسے دوبارہ چوکس کر دیا۔ وہ چاند نکلنے کا انتظار کرنے لگا

رات گیارہ بجے چاند نکل آیا اور اس کی چاندنی چاروں طرف پھیلنے لگی۔ عنبر چپکے سے امجد کے ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔ اس کا خیال تھا کہ امجد سو رہا ہوگا۔ لیکن امجد جاگ رہا تھا اور اپنے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ لگا انکل عنبر کو رخصت ہوتے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے جاتے ہوئے دروازے کی گھنٹی بجا دی تھی تاکہ کوئی وہاں آ کر دروازہ بند کر لے۔ امجد عنبر کو جاتے دیکھ کر سوچنے لگا کہ اس کا انکل تو صدیوں کا مسافر ہے۔ جانے پھر کب اس سے کن حالات میں ملاقات ہوگی۔ جب انکل عنبر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا تو امجد نے بوجھل دل کے ساتھ آ کر دروازہ بند کر لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ویران مندر پُراسرار سایہ

عنبر کو لاہور کے پاگل خانے کا راستہ آتا تھا۔

وہ پیدل ہی چل پڑا۔ کیونکہ اتنی رات گئے اس علاقے میں ٹیکسی کا ملنا بہت مشکل تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد عنبر پاگل خانے کے قریب پہنچ گیا۔ پاگل خانے کی دو منزلہ پرانی عمارت میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ اب عنبر پاگل بننے کے لیے تیار ہو گیا۔ عمارت کے سامنے پہنچتے ہی عنبر نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور چیخ کر بولا۔

"ہاہاہا ــــ میں ہٹلر کا ماماں ہوں ــ ہاہاہا ــ میں نپولین عرف منگی کا چاچا ہوں ــ میرے راستے سے ہٹ جاؤ نہیں تو میرا ہوائی جہاز تمہارے سروں سے ٹکرا کر اُڑ جائے گا ــ ہاہاہا ــ ڈُوں ــ ڈُوں ــ"

اور اس نے پتھر اٹھا اٹھا کر پاگل خانے کی عمارت کو مارنے شروع کر دیئے۔

"ہاہاہا ــ میں دستی بم مار کر مولا جٹ کی چاچی کے

پھوپھا کے تایا کی مامی کے مکان کو اڑا دوں گا ہاہا۔ خبردار کوئی آگے نہ آئے۔ کوئی پیچھے نہ جائے۔ سو جاؤ۔ اٹھو کھڑے ہو جاؤ۔ میں گلاب جامن ہوں کالا بتاؤں ہوں۔ کدو کا حلوہ ہوں۔ وہ لے گیا میری جیب کاٹ کر ــ ارے! تم میرے محل میں کون لوگ آ گئے ہو؟ وزیر اعظم! ان لوگوں کو پکڑ کر ان کا قیمہ بنا کر نپولین کے دربار میں شہنشاہ اکبر کے چاچے کو دے دو ــ ہاہاہا ــ دستی بم ــ ٹھاہ ٹھکر ــ ٹھاہ ــ"

پاگل خانے کے دفتر میں پتھر لگے تو نوکروں نے آ کر عنبر کو پکڑ لیا۔

"ارے یہ پاگل کہاں سے آگیا۔ سالا پتھر مار رہا ہے۔"

عنبر نے قہقہہ لگایا۔

"ہاہاہا ــ گیت گایا پتھروں نے ــ میں پاگل میرا چاچا پاگل ــ ہاہاہا ــ پاگل تم ہو میں تو نپولین بونا پارٹ اول ہوں ــ میں مولا جٹ ہوں۔ ہا ــ میں چکریاں بھنواں دا اں گا۔ اوئے ــ"

پاگل خانے کے آدمیوں نے عنبر کو پکڑ رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے آ کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے اسے اوپر لے جا کر بند کر دو دوسرے پاگلوں کے ساتھ۔"

عنبر نے سر مار مار کر حال کھیلنا اور قوالی کرنی شروع کر دی۔

"میری لیلیٰ کہاں - میری لیلیٰ کہاں
میرا مجنوں کہاں - میرا مجنوں کہاں
اجی مجنوں کہاں - اجی لیلیٰ کہاں
میرا ماماں کہاں - اجی میرا سالا کہاں۔"

اور پھر وہ کان پر ہاتھ رکھ کر قوالوں کی طرح گلا پیٹنے لگا۔ پاگل خانے کے رات کے ملازم عنبر کو کھینچتے ہوئے دوسری منزل میں لے گئے جہاں اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں کوئی پاگل سو رہا تھا کوئی چکر لگا رہا تھا۔ کوئی دیوار کے سامنے بیٹھا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے پاگل پنے کی حرکتیں کرتے ہوئے بھی بڑی ہوشیاری سے آنکھیں گھما کر دیکھا کہ ایک کوٹھڑی میں سلاخوں کے پیچھے چنگیز خان فرش پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کی زرہ بکتر اتر چکی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ برا حال تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے چنگیز خان فقیر ہو گیا ہوا ہے۔ عنبر کو اس کی حالت پر بہت رحم آیا۔ اس نے جان بوجھ کر چنگیز خان کو یہ بتانے کے لیے کہ میں آ گیا ہوں اونچی آواز میں بھڑک ماری اور کہا۔

"اوئے! میں تل کے کھا جاؤں گا چنگیز خان کو۔"

چنگیز خان نے اپنا نام سنا تو چونک کر دیکھا۔ اسے عنبر دکھائی دیا جو پاگلوں کی طرح حرکتیں کر رہا تھا اور اسے کوٹھڑی میں بند کیا جا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کوٹھڑی کی سلاخوں کے پاس آ گیا اور بولا۔

"ارے او عنبر جادوگر کے بچے! تو نے میرا کیا حال کر دیا ہے۔ فوراً مجھے یہاں سے واپس میرے محل میں لے چل۔ نہیں تو میں تمہارے سارے خاندان کی گردنیں قلم کر ڈالوں گا۔"

عنبر نے وہیں سے آواز لگائی۔

"خان اعظم! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں آج ہی تمہارے شاہی محل میں واپس لے جاؤں گا۔"

پاگل خانے کے نوکر ہنسنے لگے۔ ایک ملازم نے عنبر کے سلاخوں والے دروازے کے باہر تالا لگاتے ہوئے کہا

"بھائی یہ دونوں بادشاہ لگتے ہیں۔"

پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا۔

"ہٹلر صاحب! اس چنگیز خان کی اولاد کو اس کے شاہی محل میں پہنچا دو۔"

عنبر نے کہا۔

"اوئے میں آج ہی اسے شاہی محل میں لے جاؤں گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم کون ہوتے ہو بیچ میں بولنے والے او ڈے۔"

نوکر تالا لگا کر چیختے ہوئے چلے گئے۔ وہاں خاموشی چھا گئی۔ کسی پاگل نے سوائے چنگیز خان کے عنبر کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ جب سب چلے گئے تو عنبر نے چنگیز خان سے کہا۔

"خان اعظم میں تمہیں یہاں سے لینے کے لیے آیا ہوں۔"

چنگیز خان نے کہا۔

"مگر تم تو خود پاگل ہو چکے ہو۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں پاگل نہیں ہوں۔ میں تو یہاں تم تک پہنچنے کے لیے جان کر پاگل ہوا تھا۔ کیا تم میرے ساتھ واپس چلنے کے لیے تیار ہو؟ یا ابھی جادوگر کے چشمے پر غسل کرنے کی حسرت باقی ہے؟"

چنگیز خان نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نہیں میرے بھائی! میں باز آیا۔ خدا کے لیے مجھے کسی طرح یہاں سے واپس میرے محل میں میری فوجوں اور سپہ سالار کے درمیان پہنچا دو۔ یہاں کے لوگوں نے تو میری ایسی درگت بنائی ہے کہ ساری زندگی یاد رکھوں گا۔ مجھے چنگیز خان سے فقیرا خان ــــ بلکہ پاگل خان بنا دیا ہے۔"

عنبر بولا۔

"میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں خان اعظم!"

چنگیز خان نے کہا۔

"یہ سب لوگ سن رہے ہیں۔ کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ سب پاگل ہیں۔ انہیں ہماری باتوں کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ میں آ رہا ہوں۔"

عنبر نے لوہے کی موٹی سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں توڑ کر پرے پھینک دیا۔ وہ کوٹھڑی سے باہر نکل کر چنگیز خان کی کوٹھڑی کی سلاخوں کے پاس آ گیا۔ چنگیز خان نے تعجب سے کہا۔

"تم جادوگر ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اب مجھے بھی اس قید سے آزاد کر دو۔"

عنبر نے چنگیز خان کی کوٹھڑی کی سلاخوں والے دروازے کو تالے سمیت اکھاڑ کر پرے پھینک دیا اور چنگیز خان کو لے کر چھت پر جانے والی سیڑھی کی طرف بڑھا۔ شور سن کر پاگل خانے کے نوکر اوپر آ گئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ دو پاگل یعنی عنبر اور چنگیز خان دروازہ توڑ کر نکل آئے ہیں تو ڈنڈے لہراتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اگر مرنا نہیں چاہتے تو آگے مت بڑھنا"

نوکروں نے ایک پل کے لیے دونوں کو دیکھا۔ پھر انہیں پاگل سمجھ کر ڈنڈے لہرائے۔ چنگیز خان نے ایک نوکر کو پکڑ کر اٹھایا اور سیڑھیوں سے نیچے پھینک دیا۔ دوسرا نوکر پیچھے ہٹ گیا۔ تیسرے نے عنبر کو زور سے ڈنڈا مارا۔ ڈنڈا ٹوٹ گیا۔

عنبر نے کہا۔

"اگر زندہ رہنے کی خواہش ہے تو ہمارا راستہ چھوڑ دو اُو کی دم!"

نوکر کچھ ڈر گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا مگر اس نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ پاگل خانے کے سارے نوکر اور پولیس اوپر دوسری منزل کی طرف بھاگی۔ اس دوران عنبر چنگیز خان کو لے کر پاگل خانے کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ اور اس نے انگوٹھی کو رگڑ کر چنگیز خان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"اب یہ جہاں بھی لے جائے ہمیں جانا ہوگا"

چنگیز خان نے چلا کر کہا

"میں جہنم میں جانے کو تیار ہوں مگر یہاں سے کسی طرح نکال لو"

نوکر اور پولیس ان کے پاس آ گئی تھی اور انہوں نے گھیرا ڈال لیا تھا کہ کہیں یہ دونوں پاگل چھت پر سے چھلانگ نہ

لگا دیں۔ عنبر نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جادو کی انگوٹھی میں کون سا منظر کس ملک کا سین نظر آ رہا ہے۔ اس نے چنگیز خان سے کہا۔

"آنکھیں بند کر لو خان اعظم!"

چنگیز خان نے آنکھیں بند کر لیں۔

پاگل خانے کے نوکر کھڑے ان کا تماشہ دیکھ رہے تھے کہ دونوں پاگل ہاتھ میں ہاتھ دیے کر آنکھیں بند کیے بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔ ایک بولا۔

"ارے یہ سادھو بن گئے ہیں"

دوسرا بولا۔

یار انہیں پکڑ کر اندر کر دو۔"

"مگر انہوں نے لوہے کی سلاخیں کیسے توڑ دیں"

"مجھے تو یہ جن لگتے ہیں"

اتنے میں ان سب پاگل خانے کے ملازموں کی آنکھوں کے سامنے چنگیز خان اور عنبر غائب ہو گئے۔

"ہائیں! یہ کہاں چلے گئے؟"

"بھوت ـــــ بھوت ـــــ!"

اور وہ سب ڈر کر گرتے پڑتے نیچے کی طرف بھاگے۔

عنبر نے آنکھیں کھولیں تو دن کا وقت تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور وہ ایک پہاڑی پر کھڑا تھا۔ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ چنگیز خان اس کے پاس نہیں تھا۔ اسے تشویش ہوئی کہ یا اللہ! چنگیز خان کہاں چلا گیا؟ کہیں وہ بھی لاہور کے پاگل خانے میں ہی نہ رہ گیا ہو۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پہاڑی کی طرف آنے والی سڑک پر اسے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ آتا نظر آیا۔ جب یہ دستہ قریب آیا تو اس کے آگے آگے جو سردار آرہا تھا عنبر نے اسے پہچان لیا۔ یہ چنگیز خان تھا۔ وہی رعب و داب۔ وہی جاہ و جلال۔ وہی دبدبہ۔ وہی خونخوار چہرہ۔ ہاتھ میں تلوار تھی۔ دوسرے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ اپنی دنیا میں واپس آگیا تھا۔

چنگیز خان نے عنبر کے قریب آکر گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"کون ہو تم؟"

عنبر بڑا حیران ہوا کہ چنگیز خان نے اسے نہیں پہچانا تھا۔ اس نے کہا۔

"خان اعظم! تم نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں عنبر ہوں۔ جس کے ساتھ تم جادوئی انگوٹھی کے ذریعے لاہور گئے تھے اور پاگل خانے میں رہے تھے۔"

چنگیز خان کو پاگل کہنے والا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ

زندہ رہ جائے۔ اس نے تلوار اٹھا کر دھاڑ ماری۔

"اس کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں۔"

سپاہی تلواریں لہراتے عنبر کی طرف بڑھے۔ عنبر نے ایک سیکنڈ میں سوچا کہ اب یہاں ان کی تلواریں توڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ سپاہی اس تک پہنچتے اس نے پہاڑی پر سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ وہ دھڑام سے دریا میں گرا اور پانی کے اندر اترتا چلا گیا۔ پھر ہاتھ ہلاتا پانی کے اوپر آگیا۔ پانی کی سطح پر آکر کیا دیکھتا ہے کہ نہ وہ پہاڑی ہے نہ چنگیز خان اور اس کے فوجی وہاں ہیں۔ دنیا ہی بدل گئی ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے دریا میں ہے اور کنارے کی دونوں جانب پہاڑی کی بجائے صحرا پھیلا ہوا ہے کہیں کہیں کھجور کے درخت اگے ہوئے ہیں۔ دور ایک آدمی اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے۔ عنبر دریا سے باہر نکل آیا۔ دھوپ خوب تیز تھی۔ عنبر کو گرمی سردی تو لگتی نہیں تھی۔ دھوپ کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کے کپڑے جلدی سوکھ گئے۔ وہ صحرا میں ایک پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ یہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ دریا میں ڈبکی لگانے کے بعد کسی اور ہی زمانے میں نکل آیا ہے۔ اسے چنگیز خان کا خیال آیا تو یہ جان کر اسے خوشی ہوئی کہ وہ واپس اپنے محل پر پہنچ گیا تھا اور اسے عنبر کے ساتھ لاہور کے پاگل خانے میں گزارے ہوئے بدحالی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے دن یاد نہیں رہے تھے۔ تاریخ کے اتنے بڑے جرنیل کے ساتھ لاہور میں جو سلوک کیا گیا تھا اسے بھول جانا ہی بہتر تھا۔ عنبر کو اپنا پاگل بننا یاد آگیا اور وہ ہنس پڑا۔

چلتے چلتے جب اسے کافی دیر ہو گئی تو وہ دریا کے ساتھ ساتھ ایک گاؤں کے پاس آگیا۔ وہ یہ پتہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ زمانہ کون سا ہے؟ کس کی بادشاہت ہے؟ اور کون سا ملک ہے؟

گاؤں میں کچے پکے مکانوں کو دیکھ کر اسے یہ تو اندازہ ہو گیا کہ یہ بائیبل کے زمانے کا کوئی گاؤں ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ ہے۔ یعنی ان سے کوئی پچاس سال بعد کا ——— گاؤں کے باہر زیتون اور کھجور کے درختوں کے باغ تھے جہاں مزدور کام کر رہے تھے۔ ان کے لباس قدیم عربی لباس تھے لمبے لمبے چغے اور سروں پر باندھے ہوئے سفید صافے ——— وہ باغ میں آگیا۔ اس نے ایک مزدور سے عبرانی زبان میں پوچھا۔

"اس گاؤں کا نام کیا ہے؟"

مزدور نے بھی عبرانی زبان میں جواب دیا۔

"قُبّہ اس گاؤں کا نام ہے۔ تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"دریا پار سے آیا ہوں۔ کیا یہ کوئی عیسائیوں کا گاؤں ہے؟"

مزدور نے چونک کر کہا۔

"آہستہ بولو۔ کسی نے سن لیا تو تمہاری خیر نہیں"

عنبر نے کہا۔

"کیوں؟"

مزدور بولا۔

"یہاں کا بادشاہ عیسائیوں کا جانی دشمن ہے۔ اس نے حکم دے رکھا ہے کہ اگر کہیں کوئی عیسائی مل جائے تو اس کا سر کاٹ کر لایا جائے۔ اسے انعام ملے گا"

عنبر نے سوچا اس کا اندازہ درست تھا۔ یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس پچاس سال بعد کا زمانہ ہے جب دریائے اردن کی وادی میں یروشلم اور اردن کے ارد گرد کے علاقوں اور روم میں عیسائیوں پر بے پناہ ظلم توڑے جاتے تھے۔ عیسائی چھپ کر اپنے مذہب کی عبادت کرتے تھے۔ رومن بادشاہ عیسائیوں کا جانی دشمن تھا۔ وہ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیتا تھا۔

مزدور نے کہا

"تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا تم عیسائی ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر کے منہ سے نکل گیا۔

"ہاں — میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا سچا نبی مانتا ہوں۔"

اس مزدور نے عنبر کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"خدا کے لیے آہستہ بولو۔ میں بھی عیسائی ہوں۔ اس گاؤں میں دس بارہ ہی عیسائی ہیں جو چھپ کر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ باقی سب کافر بت پرست ہیں جو رومن دیوتا قسطنطین کی پوجا کرتے ہیں۔ یہاں کسی کو ہرگز ہرگز یہ نہ بتانا کہ تم عیسائی ہو۔ تم کھانا کھاؤ گے؟"

عنبر نے کہا۔

"نہیں، شکریہ۔ میں نے کھانا کھایا ہے۔"

مزدور بولا۔

"تم میرے گھر پر رہ سکتے ہو۔ میں تمہیں باقی عیسائیوں سے بھی ملاؤں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"تمہارا شکریہ! میں دوسرے عیسائی بھائیوں سے مل کر خوشی ہوں گا۔"

مزدور نے کھجوروں سے بھرا ہوا بورا اٹھانا چاہا تو وہ بہت

بھاری تھا۔

عنبر نے کہا۔

"لاؤ اسے میں اٹھا لیتا ہوں۔"

اور عنبر نے بڑے آرام سے کھجوروں کا بورا اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا اور کہا۔

"چلو بھائی تم آگے آگے چلو۔"

مزدور بڑا حیران ہوا کہ اس شخص نے اتنا بھاری بورا اتنی آسانی سے کیسے اٹھا لیا۔ وہ عنبر کے ساتھ ساتھ ذرا آگے ہو کر چلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"میرا نام عنبر ہے۔ اور میں — میں روم سے آیا ہوں۔ شہنشاہ روم کے سپاہیوں نے میرے خاندان والوں پر بڑا ظلم کیا۔ انہیں چن چن کر مار ڈالا میں بھاگ کر یہاں آگیا ہوں۔"

مزدور نے کہا۔

"میرا نام دانیال ہے۔ تمہارے خاندان کے ساتھ جو ظلم ہوا اس کا سن کر مجھے دکھ ہوا ہے۔ فکر نہ کرو۔ یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ مگر خبردار! کسی کو یہ نہ بتانا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم عیسائی ہو۔"

مزدور دانیال عنبر کو اپنے گھر لے گیا۔ یہ ایک کچا گھر تھا جس کے صحن میں انگور کی بیل کی چھاؤں پھیلی ہوئی تھی۔ رات کو دانیال نے عنبر کو گاؤں کے دوسرے عیسائیوں سے ملایا۔ وہ سب بیچارے ڈرے ڈرے سے وہاں زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر اپنے اپنے گھروں میں روز رات کو بتوں کی پوجا کے بجائے خدا عبادت کرتے تھے۔ عنبر ان سے مل کر خوش ہوا۔ انہیں تسلی دی اور دل میں یہ سوچا کہ شاید اسی جگہ کبھی ناگ اور ماریا اور کیٹی سے ملاقات ہو جائے وہاں رہنا شروع کر دیا۔ جادو کی انگوٹھی اس کی انگلی میں پڑی ہوئی تھی۔

O

پیارے ساتھیو! یہ تو آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ کیٹی سانپ کے روپ میں پورباڈاکو اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے لگی ہوئی تھی جو ہندوستان کے شہر احمد آباد کے زمیندار پٹیل کی بیٹی شیلا کو اغواء کر کے لیے جا رہا ہے اور کیٹی اسے چھڑا کر اس کے ماں باپ کے گھر واپس پہنچانا چاہتی ہے۔

دوسری طرف آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ناگ اور ماریا شہر بابل کے میدان میں گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے ہیں۔ کیٹی ان کے ساتھ تھی مگر پراسرار محل میں رات کو غائب ہو

گئی اور ہندوستان کے شہر احمد آباد میں نکل آئی تھی۔ ناگ اور ماریا کو عنبر کے علاوہ اب کیٹی کی بھی تلاش تھی۔

اب ایسا ہوا کہ چلتے چلتے ناگ اور ماریا ایک جگہ درختوں کی چھاؤں دیکھ کر رک گئے۔ ان کے گھوڑوں کو بھی دانہ پانی کی ضرورت تھی۔ ناگ نے کہا۔

"یہاں کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"ہمیں آرام کی بھلا کیا ضرورت ہے ناگ؟"

ناگ کہنے لگا۔

"ماریا! ہمیں نہیں ہے مگر ان بے چاروں گھوڑوں کو تو آرام اور کچھ گھاس اور پانی کی ضرورت ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" ماریا بولی۔

انہوں نے گھوڑوں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور خود درخت کے نیچے اس کی چھاؤں میں بیٹھ گئے۔ ماریا نے کہا۔

"کیٹی کے ساتھ پراسرار محل میں جو حادثہ ہوا اس کی ابھی تک مجھے حیرانی ہے۔ جانے بے چاری کہاں پہنچ گئی ہو گی؟"

ناگ نے کہا۔

"لیکن عنبر کی بھی تو کچھ خبر نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بولی۔

"ہو سکتا ہے وہ دونوں کہیں ایک دوسرے سے مل گئے ہوں یا"

ناگ بولا۔

"خدا کرے کہ ہم بھی ان سے جا ملیں۔"

"کوشش تو ہماری یہی ہے۔"

ماریا یہ کہہ کر دریا کی طرف دیکھنے لگی جس کے کنارے کنارے ایک گڈریا بھیڑوں کو ساتھ لیے بانسری بجاتا چلا آرہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"ناگ! دیکھو تو کتنی سریلی آواز ہے اس بانسری کی۔"

ناگ نے بھی بانسری کی آواز سنی اور اسے اچھی لگی۔ کہنے لگا۔

"بہت خوب بجا رہا ہے بانسری یہ چرواہا۔"

ماریا نے کہا۔

"شاید تمہیں معلوم نہیں ناگ کہ تم لوگوں سے ملنے سے پہلے اور غالب حالت میں آنے سے پہلے مجھے بانسری بجانے کا بڑا شوق تھا اور میں گھر کی چھت پر جاکر اکثر بانسری بجایا کرتی تھی۔"

ناگ مسکرا کر بولا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ تم بھی بانسری بجا سکتی ہو۔"

"کیوں۔ میں کیوں نہیں بجا سکتی بانسری۔" ماریا نے تنک کر کہا۔

ناگ اسے چھیڑنے لگا۔

"بھئی بانسری بجانا بڑا مشکل کام ہے۔ جب تک اسے سیکھا نہ جائے کوئی شخص بانسری نہیں بجا سکتا اور عورتیں تو بالکل ہی بانسری نہیں بجا سکتیں۔"

ماریا کو غصہ آگیا۔ کہنے لگی۔

"میں ابھی تمہیں بانسری بجا کر دکھا دیتی ہوں اس چرواہے سے ایک منٹ کے لیے بانسری لے کر مجھے دو۔"

چرواہا اتنے میں قریب آگیا تھا۔ ناگ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو ابھی تمہارا امتحان ہو جاتا ہے۔"

اس نے چرواہے کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور کہا۔

"بھائی تم بڑی اچھی بانسری بجاتے ہو۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنی بانسری دکھاؤ گے؟"

چرواہا بولا۔

"کیوں نہیں جناب۔ یہ لیجیے کیا آپ کو بانسری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بجانا آتی ہے؟"

ناگ نے بانسری ہاتھ میں تھامتے ہوئے کہا۔

"بھائی مجھے تو بجانی نہیں آتی۔ لیکن میری ایک بہن ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں بجا لیتی ہوں۔"

چرواہا کچھ نہ بولا۔ بس ناگ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ ناگ نے کہا۔

"اگر میں تمہاری بانسری اپنی بہن کو تھوڑی دیر کے لیے دے دوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

چرواہے نے کہا۔

"مگر مجھے تو آپ کی بہن کوئی یہاں نظر نہیں آتی جناب۔"

عنبر نے کہا۔

"یار وہ یہیں ہے۔ بس ذرا دیر کے لیے نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ اب تم دیکھو گے کہ ذرا سی دیر کے لیے تمہاری بانسری بھی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گی اور پھر تمہیں بانسری کی آواز سنائی دے گی۔ بانسری بجانے والی دکھائی نہیں دے گی۔"

چرواہا مسکرانے لگا۔ وہ صرف مسکرا رہا تھا اور ناگ کو اس کی مسکراہٹ میں کوئی پراسرار سی بات محسوس ہوئی

مگر اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت وہ مذاق کے موڈ میں تھا اور ماریا کو تنگ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بانسری ماریا کو دے دی۔ بانسری ماریا کے ہاتھ میں جاتے ہی غائب ہو گئی۔ ناگ کا خیال تھا کہ چرواہا بڑا حیران ہو گا مگر وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔ ناگ نے کہا۔

"تم بانسری کو غائب ہوتے دیکھ کر حیران کیوں نہیں ہوتے؟"

چرواہے نے کوئی جواب نہ دیا اور ناگ کی طرف دیکھتے ہوئے اسی طرح مسکراتا رہا۔ ناگ نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا اور ماریا سے کہا۔

"ماریا! یہ چرواہا کسی بات پر حیران نہیں ہو رہا معلوم ہوتا ہے کہ جب اسے بانسری کی آواز آئے گی اور بجانے والی نظر نہیں آئے گی پھر بھی حیران نہیں ہو گا۔"

چرواہا مسکراتا رہا۔ ناگ بولا۔

"ماریا! کیا بانسری نہیں بجاؤ گی؟"

"بجانے لگی ہوں۔" ماریا نے آہستہ سے کہا۔

پھر بانسری کی آواز بلند ہوئی۔ یہ بڑی پراسرار اور سوگ والی آواز تھی۔ آواز بلند ہوتی گئی۔ ناگ نے کہا۔

"بھئی واہ! ماریا تم تو بہت اچھی بانسری بجا لیتی ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بانسری بجاتی رہی اور چرواہا مسکراتا رہا۔ ناگ چرواہے کو دیکھ رہا تھا کہ بانسری کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کا چہرہ بدل رہا ہے اور رنگ جو پیلے زرد تھا اب سرخ ہونے لگا ہے اور اس کی بھیڑیں سمٹ کر اس کے بالکل ساتھ آکر لگ گئی ہیں۔ پھر ایک دم بانسری کی آواز رک گئی۔ ناگ نے کہا۔

"بانسری بجانا کیوں بند کر دی ماریا؟ تم تو بڑا اچھا بجا رہی تھیں"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ناگ نے دوبارہ ماریا کو آواز دی۔

"ماریا! تم جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

ماریا خاموش رہی۔ ناگ نے چرواہے کی طرف دیکھا اس کا رنگ سرخ ہو رہا تھا اور وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سی روشنی نکلنے لگی تھی۔ ناگ کچھ بے چین سا ہو گیا۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ماریا! ماریا!"

ماریا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ نے پریشان ہو کر چرواہے سے کہا۔

"میری بہن کہاں چلی گئی؟"

چرواہے نے آہستہ سے کہا۔

"غائب ہو گئی ہو گی"

ناگ بولا۔

"وہ کیسے غائب ہو سکتی ہے؟"

چرواہا بولا۔

"جیسے میں غائب ہو رہا ہوں"

اور اس کے ساتھ ہی چرواہا ناگ کی آنکھوں کے سامنے اپنی بھیڑوں سمیت غائب ہو گیا۔ ناگ نے جادوگروں اور جن بھوتوں کو غائب ہوتے دیکھا تھا لیکن ایک عام چرواہے کو یوں خود غائب ہوتے اور ماریا کو بھی ساتھ ہی غائب کرتے وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا کو آوازیں دیں، جگہ جگہ جا کر لمبے لمبے سانس لے کر اسے سونگھنے اور تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ اسے کہیں نہ ملی۔

ناگ تو حیران پریشان ہو گیا کہ یہ بیٹھے بٹھائے کیا حادثہ گزر گیا۔ اس نے کیوں اس بدبخت چرواہے کو بلا کر اس سے بانسری لے کر ماریا کو دی کہ جس کے بجانے سے وہ غائب ہو گئی۔ اب وہ غور کرنے لگا کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا تھا۔ کیا وہ چرواہا کوئی جادوگر تھا اور ماریا کے پیچھے لگا ہوا تھا اور جان بوجھ کر ادھر سے بانسری بجاتا ہوا گزرا تھا؟ لیکن ناگ نے سوچا کہ اس نے تو خود چرواہے کو بلایا تھا اور اس سے بانسری لے کر ماریا کو دی تھی۔ تو کیا یہ محض اتفاق تھا؟ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا یہ صرف اس جادو کی بانسری کا اثر تھا؟ اگر ایسی بات نہیں تو چرواہا اس کی طرف گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ سرخ کیوں ہونے لگا تھا اور اس کی آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں کیوں نکلنے لگی تھیں؟

ناگ اس معاملے پر جتنا غور کرتا وہ الجھتا جا رہا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ ماریا اس سے بچھڑ گئی تھی، غائب تو وہ پہلے ہی تھی اب جدا ہو گئی تھی اور خدا جانے کہاں اور کس مقام پر چلی گئی تھی؟ وہ چپکے سے اداس چہرہ لیے اٹھا۔ ماریا کے خالی گھوڑے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور درختوں میں سے نکل کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا دل پہلے ہی عنبر کے لیے غمگین تھا۔ اور اب اس میں ماریا کی اداسی بھی شامل ہو گئی تھی۔

چرواہے کو وہ بانسری ایک بزرگ نے دی تھی اور کہا تھا کہ اگر کبھی اس کی بانسری کسی ایسے انسان نے بجائی جو دکھائی نہ دے رہا ہو تو وہ غائب ہو کر اس جنگل میں پہنچ جائے گا جس جنگل کے درخت سے کاٹ کر وہ بانسری بنائی گئی تھی۔ بزرگ نے یہ بھی کہا تھا۔

"جب تم سے کوئی غیبی ہستی بانسری مانگے گی تو تم انکار

نہ کر سکو گے۔ تم خود بھی اس کے ساتھ غائب ہو کر وہاں سے ہزاروں میل دور کسی صحرا میں پہنچ جاؤ گے جہاں سے تمہیں تکلیفیں اٹھا کر واپس اپنے گاؤں آنا پڑے گا!"

چنانچہ جب ناگ نے اپنی ایک غیبی ہستی ماریا کے لیے اس سے بانسری مانگی تو وہ انکار نہ کر سکا۔ اس کا چہرہ اس لیے سرخ ہو رہا تھا کہ وہ سخت طیش اور غصے کی حالت میں تھا اور جانتا تھا کہ اب وہ بھی ہزاروں میل دور جا پڑے گا۔ مسکرایا اس لیے تھا کہ اسے بزرگ کی بات سچی ہوتی نظر آ رہی تھی۔

ناگ تو گھوڑے پر بیٹھا ماریا کی تلاش میں چلا جا رہا تھا۔

اور ادھر ماریا کو جب ہوش آیا تو اس نے ملک ہندوستان کے شہر بمبئی کے ایک جنگل میں اپنے آپ کو پایا جہاں بانس کے بے شمار درخت لگے ہوئے تھے۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ اس سے تین چار سو میل دور احمد آباد کے جنگلوں میں کیٹی سانپ کے روپ میں پُرہا ڈاکو کا تعاقب کر رہی ہے تاکہ اس کے قبضے شیلا نام کی لڑکی کو چھڑا کر اس کے ماں باپ کے پاس پہنچا سکے۔ ماریا یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ قدیم زمانے کی تاریخ کے کسی جنگل میں ہے۔ اب اسے ناگ کا خیال آیا اور اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ اس نے وہ ناہنجار بانسری کیوں بجائی جس کے بجانے سے وہ غائب ہو کر ناگ سے جدا ہو گئی اور اس جنگل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آ پہنچی۔ مگر قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ وہ ایک بار پھر ناگ سے جدا ہو گئی تھی اور اب خدا جانے اس کی ملاقات پھر کب ہو۔

وہ جنگل میں ایک طرف چلنے لگی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ ایک پتلی سی پکی سڑک پر آ گئی جو جنگل میں درختوں کے درمیان بل کھاتی ہوئی گئی تھی اس کا ماتھا ٹھنکا۔ پرانے زمانے کے جنگلوں میں اس قسم کی پکی تک پھیری سڑکیں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ ماریا کو شک ہوا کہ وہ بیسوی صدی کے زمانے میں آ گئی ہے۔ بیسویں صدی میں وہ پہلے بھی عنبر اور ناگ کے ساتھ ، ایک چکر لگا چکی تھی۔ ذرا آگے گئی تو ایک چھوٹا سا بورڈ لگا تھا جس پر لکھا تھا۔

"جنگل میں آگ نہ جلائیں۔ سگریٹ اچھی طرح بجھا کر پھینکیں۔ جنگل قومی دولت ہیں ان کی حفاظت کریں۔

محکمہ جنگلات بمبئی"

١٩٨٣ء

اب ماریا کو ثبوت مل گیا تھا کہ وہ بیسویں صدی کے سن ١٩٨٣ء کے ہندوستان کے شہر بمبئی کے جنگل میں سے گزر رہی تھی۔ گویا وہ بانسری بجانے کی وجہ سے ناگ سے بچھڑ کر اٹھارہ

ہزار برس آگے نکل آئی تھی۔ ماریا سر پکڑ کر رہ گئی کہ یہ ایک بار پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو گیا تھا۔ کاش وہ بانسری نہ بجاتی۔ لیکن پھر اس نے وہی سوچا جو صدیوں کی تاریخ کے مسافر سوچا کرتے تھے کہ شاید اس میں بھی کوئی مصلحت ہو۔ یہ بھی اگلے سفر کا ایک ضروری جزو ہو اور شاید اسی طرح اس کی ملاقات عنبر یا کیٹی سے ہو جائے۔ یہ جنگل جس میں سے ماریا گزر رہی تھی ، بہت گھنا تھا اور سینکڑوں میل پر پھیلا ہوا تھا۔ ماریا خاموشی سے چلتی رہی۔ راستے میں اس نے کئی جنگلی جانور دیکھے۔ سانپ ، بچھو ، سؤر اور دریائی مگرمچھ اس کی بو سونگھ کر بھاگ جاتے تھے۔ ایک جگہ شیر اس کی بو پا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے اتنی زور سے دھاڑ ماری کہ سارا جنگل گونج اٹھا۔ ماریا آگے گزر گئی۔ رات ہو گئی۔ ماریا نے سوچا کہ وہ آگے جا کر اتنی جلدی کیا کرے گی۔ کیوں نہ کسی جگہ رات گزارے۔ جنگل میں ایک درخت کے نیچے وہ گھاس پر لیٹ گئی اور عنبر ناگ اور کیٹی کے بارے میں سوچنے لگی کہ وہ کہاں ہوں گے ؟ اس کے غائب ہو جانے پر ناگ کیا سوچ رہا ہو گا؟

ادھر ذرا کیٹی کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

کیٹی سانپ کی شکل میں پوربا ڈاکو کا برابر پیچھا کر رہی تھی۔ یہ احمد آباد کے جنگل تھے جو بمبئی کے ماریا والے جنگلوں سے تین چار سو میل کے فاصلے پر تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر پوربا ڈاکو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے حکم دیا کہ اس جگہ پڑاؤ ڈالا جائے۔ ڈاکو گھوڑوں سے اتر پڑے۔ فوراً جھاڑیاں کاٹ کر وہاں نیچے گاڑ دیئے گئے اور ایک جھونپڑا بنا کر اس میں شیلا کو قید کر دیا گیا۔ شام کا وقت تھا، رات ہونے والی تھی۔ فوراً آگ جلا کر روٹیاں پکائی جانے لگی۔ پورا اپنی بندوق پاس رکھ کر گھاس پر بیٹھ گیا اور دوسرے ڈاکوؤں کے ساتھ کسی جگہ ڈاکہ مارنے کے پروگرام پر باتیں کرنے لگا۔

کیٹی سانپ کی شکل میں اس کے زیادہ دور نہیں تھی، اتفاق کی بات تھی کہ وہ اس بار بھی شہر احمد آباد کے باہر فیروز گنج نامی ایک بستی کے زمیندار کے گھر کو اگلی رات لوٹنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ رات کو روٹیاں کھا کر تین ڈاکو وہیں جنگل میں شیلا کے پاس پہرہ دینے لگے۔ اور باقی ڈاکو پورا ڈاکو کے ساتھ احمد آباد شہر کی بستی فیروز گنج میں ڈاکہ ڈالنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

کیٹی کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ جب پورا ڈاکو کو گئے کافی وقت گزر گیا۔ تو کیٹی جھاڑیوں میں رینگتی ہوئی چند قدم دور چلی گئی پھر اپنے دل میں خونخوار ببر شیر کا تصور کیا اور خیال ہی خیال میں سیٹی بجا دی۔ پلک جھپکنے میں وہ شیر بن چکی تھی۔

دوسری طرف تینوں ڈاکو اس جھونپڑی کے دروازے

پر موٹا سا تالا ڈال کر پہرہ دے رہے تھے جس میں شیلا قید تھی۔ وہ جھونپڑی کے آگے بندوقیں زمین پر رکھے گھاس پر بیٹھے لالٹین کی روشنی میں سگریٹ پی رہے تھے کہ ایک ڈاکو نے ہوا میں کچھ سونگھ کر کہا۔

"مجھے شیر کی بو آ رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا۔

"ارے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اس جنگل میں چیتا ہوتا ہے۔ شیر نہیں ہوتا۔"

اب انہیں شیر کی گرج دار دھاڑ سنائی دی۔ تینوں کانپ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن شیر چھلانگ لگا کر ان کے اوپر آن گرا تھا۔ شیر نے انہیں اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ اپنی اپنی بندوق اٹھا سکتے۔ شیر نے دو ڈاکوؤں کو تو وہیں پنجے مار کر گرا دیا۔ اور وہ دہشت کے مارے بے ہوش ہو گئے۔ تیسرا ڈاکو موقع پا کر فرار ہو گیا۔ شیر بار بار گرجنے لگا۔ تاکہ ڈاکو زیادہ سے زیادہ دور نکل جائے۔

جھونپڑی کے اندر خوف کے مارے شیلا بھی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اتنے میں شیر نے جھونپڑی کے دروازے پر زور سے پنجہ مارا۔ دروازے کا تالا ٹوٹ گیا اور شیلا کی چیخ نکل گئی۔ مگر شیر اندر نہ آیا۔ شیر نے دوبارہ خلائی لڑکی کیٹی یعنی کملا کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ شیلا نے جب کملا کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر آتے دیکھا تو بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔ اور رونے لگی۔
کیٹی نے کہا۔

"اب جلدی یہاں سے نکل چلو۔ شیر نے ہمارا کام کر دیا ہے۔ پہرے دار ڈاکو بھاگ گئے ہیں اور جھونپڑی کا تالا ٹوٹ چکا ہے۔ جلدی چلو۔"

شیلا ساڑھی سنبھالتی جھونپڑی سے باہر آگئی۔ درختوں میں تین گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ جو شیر کی گرج کی وجہ سے زور زور سے پاؤں مار رہے تھے۔ شیلا کو قریب پاکر وہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ شیلا کو ان کے ساتھ سفر کرتے کتنے ہی دن ہو گئے تھے۔ اور گھوڑے اس کی بو پہچاننے لگے تھے۔

وہ دونوں ایک گھوڑے پر سوار ہوئیں اور جنگل میں جتنا تیز گھوڑوں کو چلا سکتی تھیں۔ چلاتی ہوئی آگے بڑھنے لگیں۔ کیٹی اس جنگل کے راستے سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھی۔ وہ راؤس رات شیلا کو لے کر جنگل میں کافی دور نکل گئی۔ جب صبح کی روشنی پھیلنے لگی تو وہ جنگل سے باہر نکل آئیں۔ سامنے دریا بہہ رہا تھا۔ انہوں نے گھوڑوں سے اتر کر منہ ہاتھ دھویا۔ گھوڑوں کو بھی تازہ دم کیا اور دریا کے ساتھ ساتھ اپنا سفر دوبارہ جاری کر دیا۔

دوپہر کے وقت وہ دریا کے گھاٹ پر پہنچ گئیں، اس

دریا کے پار جو گاؤں تھا وہاں سے شہر پچاس کوس کے فاصلے پر تھا۔ یہاں انہوں نے گھوڑے چھوڑ دیئے۔ کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کیا اور گاؤں میں آکر لاریوں کے اڈے پر آگئیں۔ ایک لاری یعنی بس پر بیٹھ کر وہ شہر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

دن کے چار بج رہے تھے جب کیٹی شیلا کو لے کر اس کے گھر میں داخل ہو گئی۔ بیٹی کو دیکھ کر ماں باپ خوشی سے نہال ہو گئے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ وہ کیٹی کو بھی پیار کرنے لگے۔ ہر کوئی کیٹی کی ہمت پر حیران تھا کہ کس طرح ایک تن تنہا لڑکی شیلا کو ڈاکوؤں کے چنگل سے چھڑا کر لے آئی تھی۔ کیٹی اسی وقت شہر کے اس علاقے کے تھانے میں گئی اور تھانیدار کو جاکر بتایا کہ پورہا ڈاکو آج رات فیروز گنج نامی بستی میں ایک زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالنے والا ہے۔

پولیس چوکس ہو گئی۔ تاریں کھڑک گئیں۔ سارے شہر کی پولیس جمع ہو گئی۔ ڈی ایس پی نے اپنے ساتھ پولیس کے بھاری دستے کو لیا اور شام کا اندھیرا ہوتا ہی فیروز گنج بستی کو گھیرے میں لے لیا۔ چھپ کر مورچے بنا لیے گئے۔ رات کے دو بجے پورہا ڈاکو اپنے ساتھیوں سمیت ڈاکہ مارنے آگیا۔ جونہی وہ زمیندار کے گھر کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا پولیس نے فائرنگ شروع کر دی۔ پورہا ڈاکو بھی جواب میں فائرنگ کرنے لگا۔ لیکن بہت جلد اسے محسوس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گیا کہ وہ چاروں طرف سے گھیرے میں آچکا ہے۔ ان کی گولیاں ختم ہو گئیں اور پولیس نے تمام ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا۔ کیٹی کو حکومت کی طرف سے پچاس ہزار روپے انعام دیا گیا جو اس نے ایک یتیم خانے والوں کو خیرات کر دیا کیونکہ اسے روپوں کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ کیٹی کو اب اس گھر میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اس سے کوئی نوکروں ایسا سلوک نہیں کرتا تھا۔ شیلا بھی اس سے بہنوں ایسا سلوک کرتی کرتی تھی۔ کیٹی اب وہاں سے چلے جانے کے بارے میں پروگرام بنانے لگی۔ کیونکہ وہاں رہنا اس کا مقصد نہیں تھا۔ اس کا مقصد عنبر ناگ ماریا کی تلاش تھی۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ وہ یہاں سے کدھر جائے۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ایک مہینہ اس گھر میں اور رہے گی۔ اس کے بعد چلی جائے گی۔

ادھر ماریا صبح کے وقت گھنے جنگلوں سے باہر نکل آئی۔ دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں ناریل اور آم کے درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔ ماریا کھیتوں میں چلنے لگی۔ دور ایک سڑک جا رہی تھی۔ ماریا اس سڑک پر آگئی یہاں سے شہر بمبئی دس میل کے فاصلے پر شروع ہوتا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد بس گزر جاتی تھی۔ ماریا ایک بس کی چھت پر بیٹھ کر شہر آگئی۔ اس شہر میں وہ پہلی بار

آرہی تھی۔ کافی دیر وہ بمبئی کے خوب صورت شہر کی سڑکوں پر گھومتی رہی۔ جب رات ہوئی تو وہ سمندر کے کنارے پر آگئی۔ یہاں سمندر کا کنارہ رات کے ہلکے ہلکے اندھیرے میں دور تک ویران ویران تھا۔ سمندر کی لہریں دور دور سے آکر ساحل سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں اور ان لہروں کا ہلکا ہلکا شور سنائی دے رہا تھا۔

کنارے کی ریت پر کہیں کہیں بڑے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ ماریا ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس کی بائیں جانب زمین سے تھوڑی سی بلندی پر چھوٹا سا مندر بنا ہوا تھا جس پر ناریل کے درخت جھکے ہوئے تھے۔ عجیب بات تھی کہ یہ مندر بے آباد لگتا تھا۔ حالانکہ بمبئی ایسے بڑے شہر میں جہاں بہت زیادہ ہندو لوگ رہتے ہیں کوئی مندر بے آباد نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور مندر میں کہیں بھی روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی چھوٹا سا دیا بھی نہیں جل رہا تھا۔ ماریا اپنے دھیان میں اندھیر سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی کہ اسے یوں لگا جیسے کوئی اس کے قریب سے ہو کر گزر گیا ہے۔ ماریا نے گردن گھما کر دیکھا ایک انسانی سایہ کالے کپڑوں میں اپنے آپ کو لپیٹے مندر کی طرف جا رہا تھا۔

ماریا نے سوچا ہو سکتا ہے کوئی جوگی سادھو ہو اور مندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں عبادت کرنے جا رہا ہوں۔ کیونکہ ہندو جوگی سادھو اور سنیاسی عام طور پر اسی قسم کے ویران مندروں اور اجاڑ جگہوں پر ریاضت کیا کرتے ہیں۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا اور پھر لہروں کو دیکھنے اور ناگ عنبر اور کیچڑ کے بارے میں سوچنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ماریا کو پھر احساس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے سے گزر گیا ہے۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ ویسا ہی ایک انسانی سایہ کالے کپڑوں میں لپٹا مندر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ماریا مندر کی طرف دیکھنے لگی۔

اچانک مندر کے ایک روشن دان میں دھیمی سی روشنی ہوئی۔ یہ روشنی ایک بار چمک کر بجھ گئی۔ دوسرا انسانی سایہ مندر میں داخل ہو چکا تھا۔

روشنی پھر چمکی اور چمک کر بجھ گئی۔ ماریا کو احساس ہوا کہ مندر کے اندر کوئی پر اسرار بات ہو رہی ہے۔ وہ پتھروں پر سے اٹھی اور مندر کی طرف بڑھی۔ مندر کا دروازہ بند تھا۔ اس کی سیڑھیاں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ماریا کو دروازہ کھلوانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ بند دروازے کے اندر سے ہو کر نکل گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک راستہ نیچے جاتا ہے۔ بڑی اندھیری سیڑھیاں ہیں اور دیواروں کا چونا پلستر اکھڑ اکھڑ کر خستہ ہو رہا ہے۔ وہ خاموشی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ آگے

پھر ایک دروازہ آگیا۔ یہ دروازہ چھوٹا تھا۔ اسے دو انسانوں کے آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ ان میں سے ایک آواز مرد کی تھی اور دوسری آواز عورت کی تھی۔ عورت کی آواز روہانسی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ اس سے پہلے رو رہی تھی۔ ماریا نے سنا۔ عورت کہہ رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دو۔ اب میں تمہارے لیے آدھی رات کو روپے چرا کر نہیں لا سکتی۔ میں اس کام سے تنگ آگئی ہوں۔ میں بڑائی سے توبہ کر کے نیک زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

مرد کی آواز نے غصے سے کہا۔

"یاد رکھو! تمہارا اکلوتا بیٹا میں نے قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اگر تم نے میرا حکم ماننے سے انکار کیا تو میں تمہارے بیٹے کو قتل کر دوں گا۔"

"نہیں نہیں۔ بھگوان کے لیے میرے بچے کو کچھ نہ کہنا میں تمہارا ہر حکم مانوں گی۔ میں لوگوں کے گھروں سے روپیہ زیور پیسہ جو کچھ بلا چوری کر کے لا کر تمہیں دے دیا کروں گی۔"

مرد نے کہا۔

"پھر کبھی ایسا تو نہیں کہو گی کہ تم یہ کام نہیں کر سکتی ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں کبھی نہیں کہوں گی" عورت نے سسکی بھر کر کہا۔

"تو جاؤ۔ جس گھر میں نوکری کرتی ہو اب وہاں مت جانا۔ کل کسی دوسرے علاقے میں کسی دوسرے گھر میں کام تلاش کرنا اور منگل کی رات کو مجھے خبر کرنا کہ اس گھر میں کتنا سونا ہے۔ جاؤ"

عورت نے گڑگڑا کر کہا۔

"کیا میں اپنے بچے کی شکل نہیں دیکھ سکتی؟"

"نہیں۔ میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ رکھا ہے کہ جب تم چار گھروں میں چوری کر کے ان کی دولت لا کر دو گی تو تمہیں تمہارے بچے سے ایک بار ملایا جائے گا"

ماریا تیزی سے بند دروازے میں اندر گزر گئی۔ ویران مندر کے تنگ سے کمرے میں فرش پر ایک مرد اور ایک عورت کھڑے تھے۔ فرش پہ ایک چھوٹا سا دیا جل رہا تھا۔ مرد کا سر منڈا ہوا تھا اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ اس کی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں۔ عورت کی عمر تیس برس کے قریب تھی اور چہرہ کمزور اور زرد ہو رہا تھا۔

"جاؤ۔ اگلے منگل کی رات یہاں آ کر بتانا کہ نئے گھر میں کتنی دولت ہے"

عورت بے چاری خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ وہ بار بار آنسو پونچھ رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد مرد نے جیب میں سے کوئی چھ سات ہزار کے کرنسی نوٹ نکال کر

دیکھے۔ ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ انہیں واپس جیب میں رکھا۔ دیئے کو پاؤں مار کر بجھایا اور دروازہ کھول کر سیڑھیاں چڑھتا مندر کے بڑے دروازے میں سے نکل کر باہر آ گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ماریا نے اس بدمعاش کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ بدمعاش کون تھا اور وہ عورت کون تھی؟

عنبر عیسائی بن کر جس گاؤں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں اس کے ساتھ کیسے واقعات پیش آئے؟

کیٹی جو شیلا کے ہاں کملا بن کر ٹھہری ہوئی تھی وہاں سے کیسے نکلی اور اس کی ماریا سے کن حالات میں ملاقات ہوئی؟

ناگ اکیلا عنبر ماریا اور کیٹی کی تلاش میں جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ کیا گزری اور اپنے دوستوں سے کہاں اور کیوں کر ملاقات ہوئی؟ اور ماریا نے بمبئی کے قریب ایلورا کے پراسرار ڈراونے غاروں میں کیا دیکھا؟

یہ معلوم کرنے کے لیے ناگ عنبر ماریا اگلی قسط نمبر آج ہی خرید کر پڑھیے۔ اس کا نام "دیوتا قتلام پر قربان کر دو" ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

۱۰۹ ناگ دیوی کا گدھ ۴/۵۰
۱۱۰ آدھی عورت آدھا سانپ ۴/۵۰
۱۱۱ آدمی اور خلائی مخلوق ۴/۵۰
۱۱۲ عنبر اور زندہ لاشیں ۴/۵۰
۱۱۳ کیٹی اور طوفانی راتیں ۴/۵۰
۱۱۴ ماریا خوفناک تجربہ ۴/۵۰
۱۱۵ سانپ کا قیدی ۴/۵۰
۱۱۶ موت کی چھاؤنی ۴/۵۰
۱۱۷ مردے کی موت ۴/۵۰
۱۱۸ قبر کا ہاتھ ۴/۵۰
۱۱۹ جزیرے کا بھوت ۴/۵۰
۱۲۰ خوفناک مقابلہ ۴/۵۰
۱۲۱ ماریا کا چیلا ۴/۵۰
۱۲۲ مینار کا بھوت ۲/۰۰
۱۲۳ انسانی تیندوا ۴/۵۰
۱۲۴ عجیب لاش (خاص نمبر) ۴/۵۰
۱۲۵ مخفی راز ۴/۵۰
۱۲۶ سرکٹا ناگ ۴/۵۰
۱۲۷ عنبر کی قبر ۴/۵۰
۱۲۸ چاہ بابل کے قیدی ۴/۵۰
۱۲۹ مینسی اور پتلیاں ۴/۵۰
۱۳۰ بھگوان ناگ ۴/۵۰
۱۳۱ قبرستان کی ڈراؤنی رات ۴/۵۰
۱۳۲ قبرستان کی کالی چڑیل ۴/۵۰
۱۳۳ منگولیا کی کھوپڑی ۴/۵۰
۱۳۴ ماریا کا تحفہ ۴/۵۰
۱۳۵ آسیبی جنگل ۴/۵۰
۱۳۶ باپ کی قبر ۴/۵۰
۱۳۷ تابوت والی لڑکیاں ۴/۵۰
۱۳۸ آدم خور شکاری ۴/۵۰
۱۳۹ بجلی کی روح والی کا سفر ۴/۵۰
۱۴۰ بچھو وادی ۴/۵۰
۱۴۱ ویران مینار ۴/۵۰
۱۴۲ ناگ کا دوست چچو سانگ ۴/۵۰
۱۴۳ مُردے کی آنکھ ۴/۵۰
۱۴۴ آدھا زندہ آدھا مردہ ۴/۵۰
۱۴۵ لاش پانی کے نیچے ۴/۵۰
۱۴۶ پاتال میں بند ناگ ۴/۵۰
۱۴۷ کیٹی سانپ کے آگے ۴/۵۰
۱۴۸ ممی کا شہزادی ۴/۵۰
۱۴۹ ناگ کی قبر ۴/۵۰
۱۵۰ سایوں کے پیچھے ۴/۵۰
۱۵۱ سایوں عورت کا طلسم
۱۵۲ ڈراؤنی ناگ

عنبر ناگ ماریا کمپنی اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸

PDFBOOKSFREE.PK